سیرت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پیشکش

حق سربلند

مزید تحقیقات کے لیے فالو کریں ہمارا چینل

https://whatsapp.com/channel/۰۰۲۹VbBZkQrADTO۹tqp۵XV۱A

قسط ۱

آج سے ہم بات کریں گے اپنے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں لیکن کچھ لوگ انھیں اپنے جیسا بشر سمجھتے تو کچھ انھیں علی ع کا بھائی کہنا ناجائز بتاتے اور کچھ لوگ یہ گمان کرتے کہ شیعہ خیر البریہ امام علی کو رسول اکرم ص سے افضل جانتے ھیں تو سلسلہ میں باہم ربط رکھیے گا آپ پر آشکار ھو جائے گا کہ حقیقت کیا ھے۔

جب بھی دنیا میں کسی تنظیم کا سلسلے کی ابتدا کی جاتی ھے چاہیے وہ مذہبی ھو یا سیاسی تو ہمیشہ دو چیزوں کا پہلے حساب لگایا جاتا ھے ایک افرادی قوت جسے ساتھ دینے والے یا قربان ھونے والے کہا جا سکتا ھے اور دوسری اہم چیز پیسہ تو چلیں یہ بھی دیکھیں گے کہ مشن نبی آخرالزمان میں جب خون کی ضرورت پڑی خون کس گھرانے کا لگا اور جب پیسے کی ضرورت پڑی تو مال کس کا لگا اور ان دونوں چیزوں کا اہتمام خدا نے کن پشتیوں اور خاندانوں سے کیا۔

محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مطابق ۱۲/۱۷ ربیع الاول عام الفیل (وہ سال جس میں ابرہہ ہاتھیوں کے لشکر کے ساتھ کعبہ کو منہدم کرنے آیا تھا) بمطابق ۵۷۰ء کو اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد ہوئی۔ آپ کا محل ولادت مکہ اور بعض مآخذ میں شعب ابی طالب میں محمد بن یوسف کا گھر مذکور ہے عربی زبان میں لفظ "محمد" کے معنی ہیں "جس کی تعریف کی گئی"۔ یہ لفظ اپنی اصل حمد سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے تعریف کرنا۔ یہ نام ان کے دادا حضرت عبدالمطلب نے رکھا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مذاہب کے پیشواؤں سے کامیاب ترین پیشوا تھے۔ آپ کی کنیت ابوالقاسم تھی۔ مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی طرف سے عالمین کی جانب بھیجے جانے والے انبیاء اکرام کے سلسلے کے آخری نبی ہیں جن کو اللہ نے اپنے دین کی درست شکل انسانوں کی جانب آخری بار پہنچانے کیلئے دنیا میں بھیجا۔

نبی اکرم کی مادر گرامی جناب آمنہ کی زبانی روایت ہے کہ "جب میرا بیٹا دنیا میں آیا میں نے ایک غیبی آواز سنی، منادی کہہ رہا تھا: مشرق سے مغرب تک گھوم کر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مثل تلاش کرو، ان کے جیسا کون ہو سکتا ہے، تمام انبیاء کے صفات ہم نے ان کو عطا کردئے ہیں، آدم (ع) کی طرح صفاو پاکیزگی ، نوح (ع) کی طرح نرمی و سادگی، ابراہیم علیہ السلام کی طرح حلت و محبت ، اسمٰعیل (ع) کی طرح رضا و خوشنودی، یوسف (ع) کی طرح حسن وزیبائی اور عیسی علیہ السلام کی طرح کرامت و بزرگواری، سب کچھ ان میں موجود ہے"۔

آپ کے والد ماجد عبداللہ جو کہ قبیلہ بنی زہرہ کے زعیم (وہب) کی دختر آمنہ بنت وہب کو بیاہ لینے کے چند ماہ بعد شام کے ایک کاروباری دورے سے واپس آتے ہوئے یثرب میں انتقال کر گئے۔

شیر خوارگی کا زمانہ بنی سعد میں گزرا پھر اپنی عمر کے چوتھے یا پانچویں سال اپنی والدہ کے پاس لوٹے، چھ سال کے ہوئے تو والدہ کا انتقال ہو گیا۔ دادا عبدالمطلب نے اپنی کفالت میں لے لیا اور ان کی پرورش میں کوئی دقیق کمی نہ کی دو سال تک آپؐ ان کی کفالت میں رہے پھر ان کا انتقال ہو گیا لیکن دادا نے اپنی وفات سے پہلے آپ کی پرورش و سرپرستی کی ذمہ داری آپؐ کے شفیق چچا حضرت ابوطالبؑ کے سپرد کر دی تھی چچا ابو طالب اور ان کی زوجہ مکرمہ حضرت فاطمہ بنت اسد (س) محمدؐ سے دلی محبت کرتے تھے۔ یہ دو بزرگوار آپؐ کی پرورش اور آپ کی ضروریات پوری کرنے میں بہت زیادہ کوشاں تھے اور آپ کو اپنی اولاد پر مقدم رکھتے تھے؛ یہاں تک کہ محمدؐ ابو طالب کی زوجہ اور امام علی علیہ السلام کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد کو ماں سمجھتے تھے اور جب انھوں نے وفات پائی تو آپؐ نے فرمایا: "آج میں اپنی ماں کے سائے سے محروم ہو گیا ہوں"۔

منقول ہے کہ ابو طالبؑ کے گھر میں آپ کی زوجۂ مکرمہ، فاطمہ بنت اسد محمدؐ سے بہت زیادہ محبت کرتی تھیں یہاں تک کہ جب فاطمہ بنت اسد انتقال کر گئیں تو رسول اللہؐ نے فرمایا "آج میری ماں چل بسیں"۔ اور انہیں اپنا کرتا کفن کے عنوان سے پہنایا، ان کی قبر میں اترے، ان کی لحد میں لیٹ گئے اور جب آپ سے عرض کیا گیا کہ "اے رسول خدا! آپ فاطمہ کے لئے سخت بے چین ہو گئے ہیں" تو آپ نے فرمایا: "حقیقتاً وہ میری ماں تھیں کیونکہ وہ اپنے بچوں کو بھوکا رکھتی تھیں لیکن مجھے کھانا کھلاتی اور انہیں گرد و غبار میں اٹا ہوا چھوڑ دیتی تھیں لیکن مجھے نہلا دھلا کر آراستہ کر دیتی تھیں، بے شک وہ میری ماں تھیں"

نبی بچپن میں بھی نبی ھوتا ماننے والو عطر اور دین فروشو بنی کے ہی یہ جملے تمھارے لیے دعوت فکر ھیں

بارہ سال کی عمر میں اپنے چچا کے ساتھ شام کے سفر پر روانہ ہوئے۔ دوران سفر بحیرا نامی راہب سے ملاقات ہوئی۔ بحیرا نے آپؐ کو پہچان لیا اور ابوطالبؑ سے کہا: دیکھو! ان کے سلسلہ میں خبردار رہنا کیونکہ یہودی انہیں قتل کرنا چاہیں گے۔

بائیس سال کے ہوئے تو معاہدۂ حلف الفضول میں شریک ہوئے آنحضرتؐ اپنے اس اقدام پر فخر کیا کرتے تھے۔ حضرت خدیجہ کے مال سے تجارت کے لئے شام کا سفر کیا، پچیس سال کی عمر میں جناب خدیجہ سے عقد کیا اس سے قبل آپ صادق وامین کے لقب سے شہرت پا چکے تھے، چنانچہ جن قبیلوں میں حجر اسود کو نصب کرنے کے سلسلہ میں نزاع و جھگڑا تھا انہوں نے حجر اسود کو نصب کرنے کے لئے آپ کو منتخب کیا تاکہ کسی قبیلے کو اعتراض نہ ہو۔ پس آپؐ نے ایک انوکھا اور عمدہ طریقہ کار اپنایا جس سے تمام قبیلے خوش ہو گئے۔

پچیس سال کی عمر میں جناب خدیجہ سے عقد کیا جناب خدیجہ سے رسول اللہؐ کی کئی اولاد ہوئی جن میں سے بیشتر نے بچپن ہی میں وفات پائی اور آپ کی سب سے عظیم و مشہور حضرت فاطمہ (س) بھی جناب خدیجہ کے بطن سے ہیں۔

خدیجہ (س) نے تقریباً ۲۵ سال کا عرصہ رسول خداؐ کے ساتھ گذارا اور سنہ ۱۰ بعثت میں ۶۵ سال کی عمر میں شعب ابی طالب سے بنی ہاشم کے باہر آنے کے اٹھارہ مہینے بعد وفات پا گئیں۔ ان کے انتقال کے بعد رسول اللہؐ سودہ بنت زمعۃ بن قیس کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے۔ رسول اللہؐ نے بعد میں جن خواتین سے نکاح کیا ان کے نام یہ ہیں: عائشہ، حفصہ، زینب بنت خزیمہ، ام حبیبہ بنت ابی سفیان، ام سلمہ، زینب بنت جحش، جویریہ بنت حارث، صفیہ بنت حیی بن اخطب، میمونہ بنت حارث بن حزن۔

حضرت فاطمہ (س) کے سوا رسول اللہؐ کے دوسرے بچے آپ کی زندگی میں ہی دنیا سے رخصت ہوئے اور آپ کی نسل صرف اور صرف سیدہ فاطمہ (س) سے چلی۔ مجموعی طور پر آپ کے ۳ بیٹے قاسم. عبداللہ اور ابراہیم تھے تینوں صاحبزادے بچپن میں وفات پا گئے تھے۔

آپ محمدؐ کی بعثت سے قبل مکہ میں حجر اسود نصب کرنے کا اہم واقعہ پیش آیا۔ یہ واقعہ مکہ کی عوام میں آپ کی منزلت کا اظہار کرتا ہے۔ خانۂ کعبہ دوران جاہلیت بھی عرب کے ہاں قابل احترام تھا۔ ایک دفعہ کعبہ کے اندر تک سیلاب سرایت کر گیا اور خانہ کعبہ کی دیواریں گر گئیں۔ قریش نے دیواریں تعمیر کر دیں۔ جب حجر اسود کے نصب کی باری آئی تو قریش کے عمائدین میں اختلاف ظاہر ہوا۔ ہر قبیلے کا زعیم اس شرف کو اپنے نام کرنا چاہتا تھا اور آخر کار جب اختلاف بہت آگے بڑھا تو ایک قبیلے کے بزرگ خون بھرا طشت لے آئے اور اس میں اپنے ہاتھ ڈبو دیئے، یہ عمل حقیقت میں قسم کھانے کے مترادف تھا کہ اب انہیں لڑ لڑ کر اپنا مقصد حاصل کرنا پڑے گا۔ اس کے باوجود صلاح مشورے جاری رہے اور آخر کار سب نے اتفاق کر لیا کہ جو بھی سب سے پہلے دروازہ بنی شیبہ سے مسجد الحرام میں داخل ہوگا اس کو قاضی و منصف قرار دیا جائے گا اور وہ جو بھی کہے گا سب کے لئے قابل قبول ہوگا۔

جو سب سے پہلے باب بنی شیبہ سے مسجد میں داخل ہوئے وہ محمدؐ کے سوا کوئی اور نہ تھا چنانچہ قریش کے بزرگوں نے کہا: وہ امین اور صادق ہیں، ہمیں ان کا فیصلہ قبول ہے۔ انھوں نے اپنا قصہ محمدؐ کو کہہ سنایا۔

محمدؐ نے فرمایا: ایک چادر بچھا دو۔ اور جب چادر بچھا دی گئی تو آپ نے حجر اسود اس چادر پر رکھ دیا اور فرمایا ہر قبیلے کا بزرگ چادر کا ایک گوشہ تھام لے اور چادر کو اٹھائیں؛ چنانچہ سب نے مل کر چادر کو اٹھا لیا اور آپ نے خود حجر الاسود کو چادر سے لے کر مقررہ مقام پر رکھ دیا اور آپ کے اس حکیمانہ فیصلے نے عظیم جنگ اور خونریزی کا راستہ روک لیا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں سے دور اور خدائے یکتا کی عبادت کے لیے مکہ سے باہر ایک غار حرا میں تشریف لے جاتے تھے۔ یہ کوہ حرا کا ایک غار ہے جسے کوہِ فاران بھی کہا جاتا تھا۔ ۲۷ رجب المرجب ۶۱۰ء میں فرشتہ جبرائیل علیہ السلام پہلی وحی لے کر تشریف لائے، اس وقت سورۃ العلق کی وہ آیات نازل ہوئیں اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ (ترجمہ: پڑھئے اپنے پروردگار کے نام کے سہارے سے جس نے پیدا کیا) یہ نزول وحی کہ پہلی آیت تھی مگر اب آخری پارے میں ہے اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک تقریباً چالیس برس تھی۔

رسول خداؐ نبوت پر مبعوث ہونے والی سورہ علق کی ابتدائی آیات کریمہ کے نازل ہونے کے بعد اپنی خلوت گاہ سے مکہ اپنے گھر تشریف لائے۔ آپ کے گھر میں تین افراد: آپ کی زوجۂ مکرمہ سیدہ خدیجہ، آپ کے چچازاد بھائی علی بن ابیطالب اور زید بن حارثہ تھے۔

پیغمبرؐ نے توحید کی دعوت کا آغاز اپنے گھر سے کیا اور جو سب سے پہلے آپ پر ایمان لائے وہ آپ کی زوجہ مکرمہ سیدہ خدیجہ اور مردوں میں آپ کے چچازاد بھائی علی بن ابیطالب (ع) تھے جو اس وقت رسول اللہؐ کے زیر سرپرستی تھے۔ بعض روایات میں کہا گیا ہے کہ کہ ابو بکر اور زید بن حارثہ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا تھا۔ کیونکہ ان راویوں کی نظر میں حضرت علی کم عمر تھے اور آج بھی کچھ مکاتب بچوں کے اسلام کو نہیں مانتے تاہم حاکم نیشابوری رقمطراز ہے: "لا أعلم خلافاً بين أصحاب التواريخ أنّ علي بن أبي طالب عليه السلام أوّلهم أسلاماً و انّما اختلفوا في بلوغه"۔ (ترجمہ: اصحاب میں سب سے پہلے علی بن ابیطالبؑ کے اسلام لانے کے حوالے سے مؤرخین کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے تاہم انھوں نے اسلام لاتے وقت آپ کے بلوغ میں اختلاف کیا ہے)۔

حالانکہ اگر امیر المؤمنینؑ پر نابالغ ہونے کے حوالے سے ہونے والے اعتراض کو درست مانا جائے تو حقیقت میں اسے رسول اللہؐ پر اعتراض گردانا جائے گا کیونکہ آپؐ نے "یوم الدار" کے موقع پر اپنے خاندان اور قبیلے کو اسلام کی دعوت دی اور امیر المؤمنینؑ کے سوا کسی نے بھی یہ دعوت قبول نہیں کی؛ علی اٹھے اور اپنے ایمان و اسلام کا اعلان کیا اور رسول خداؐ نے نہ صرف آپ کے اسلام کو قابل قبول قرار دیا بلکہ اعلان کیا کہ "اے علی تم میرے بھائی اور وصی اور میرے بعد میرے خلیفہ اور جانشین ہو۔ اور حاضرین سے بھی کہا کہ ان کی بات سنو اور اطاعت کرو۔

مکہ کے باہر سے پہلے شخص حضرت ابوذر غفاری تھے جو اسلام لائے۔ پہلے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریبی ساتھیوں میں تبلیغ کی پھر تقریبا پہلی وحی کے تین سال بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوتِ ذوالعشیرہ کے بعد سے اسلام کے پیغام کی کھلی تبلیغ شروع کی۔ اکثر لوگوں نے مخالفت کی مگر کچھ لوگ آہستہ آہستہ اسلام کی دعوت قبول کرتے گئے۔ اگلی قسط دعوتِ ذوالعشیرہ پر ھو گی۔

قسط۲

مشہور ہے کہ نبوت ورسالت پر مبعوث ہونے کے بعد محمدؐ کی تبلیغ کا سلسلہ تین سال تک خفیہ رہا۔ تاہم بعض مؤرخین قرآنی آیات کی ترتیب نزول کے پیش نظر کہتے ہیں کہ عمومی تبلیغ بعثت کے تھوڑے عرصے بعد ہی شروع ہو گئی تھی

پیغمبر خداؐ ابتدا میں لوگوں کو بتوں کی پرستش ترک کرنے اور صرف خدائے واحد کی پرستش کی دعوت دیتے تھے۔ ابتدا میں نمازیں دو رکعتی ہوتی تھیں۔ بعد میں حاضرین پر چار رکعت اور مسافرین پر دو رکعت نماز واجب ہوئی۔ مسلمان نماز اور خدا کی پرستش کے وقت لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو جاتے تھے اور پہاڑیوں کی کھائیوں، شگافوں اور لوگوں کی آمد و رفت سے دور نماز ادا کرتے تھے۔

جب یہ آیت نازل ہوئی "وانذر عشیرتک الاقربین"۔

اور یہ آیت بھی "فاصدع بما تومر واعرض عن المشرکین" تو آپ کھلم کھلا دعوت دینے پر مامور ہو گئے۔ اس کی ابتدا اپنے قریبی رشتہ داروں سے کرنے کا حکم ہوا۔

اس دعوت اور تبلیغ کی اجمالی کیفیت کچھ اس طرح سے ہے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو جناب ابوطالب کے گھر میں دعوت دی اس میں تقریباً چالیس افراد شریک ہوئے آپ کے چچاؤں میں سے ابوطالب، حمزہ اور ابولہب نے بھی شرکت کی۔

کھانا کھا لینے کے بعد جب آنحضرت نے اپنا فریضہ ادا کرنے کا ارادہ فرمایا تو ابولہب نے بڑھ کر کچھ ایسی باتیں کیں جس سے سارا مجمع منتشر ہو گیا لہٰذا آپ نے انھیں کل کے کھانے کی دعوت دے دی۔

دوسرے دن کھانا کھانے کے بعد آپ نے ان سے فرمایا: "اے عبدالمطلب کے بیٹو: پورے عرب میں مجھے کوئی ایسا شخص دکھائی نہیں دیتا جو اپنی قوم کے لیے مجھ سے بہتر چیز لایا ہو، میں تمھارے لیے دنیا اور آخرت کی بھلائی لے کر آیا ہوں اور اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمھیں اس دین کی دعوت دوں، تم میں سے کون ہے جو اس کام میں میرا ہاتھ بٹائے تا کہ وہ میرا بھائی، میرا وصی اور میرا جانشین ہو"؟ سب لوگ خاموش رہے سوائے علی بن ابی طالب کے جو سب سے کم سن تھے، علی اٹھے اور عرض کی: "اے اللہ کے رسول! اس راہ میں میں آپ کا یار و مددگار ہوں گا" آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ علی

(ع) کی گردن پر رکھا اور (اہل تشیع کتب کے مطابق) فرمایا: "ان ھذا اخی ووصی وخلیفتی فیکم فاسمعوالہ واطیعوہ"۔ یہ (علی (ع)) تمھارے درمیان میرا بھائی، میرا وصی اور میرا جانشین ہے اس کی باتوں کو سنو اور اس کے فرمان کی اطاعت کرو۔ یہ سن کر سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور تمسخر آمیز مسکراہٹ ان کے لبوں پر تھی، ابوطالب (ع) سے کہنے لگے، "اب تم اپنے بیٹے کی باتوں کو سنا کرو اور اس کے فرمان پر عمل کیا کرنا"۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دنوں کس حد تک تنہا تھے اور لوگ آپ کی دعوت کے جواب میں کیسے کیسے تمسخر آمیز جملے کہا کرتے تھے اور علی علیہ السلام ان ابتدائی ایام میں جبکہ آپ بالکل تنہا تھے کیونکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدافع بن کر آپ کے شانہ بشانہ چل رہے تھے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت قریش کے ہر قبیلے کا نام لے کر انھیں بلایا اور انھیں جہنم کے عذاب سے ڈرایا، کبھی فرماتے: "یا بنی کعب انقذوا انفسکم من النار" اے بنی کعب: خود کو جہنم سے بچاؤ، کبھی فرماتے: "یا بنی عبد الشمس"۔۔ کبھی فرماتے: " یابنی عبد مناف"۔ کبھی فرماتے: "یابنی ھاشم"۔ کبھی فرماتے: "یابنی عبد المطلب انقذو انفسکم النار"۔ تم خود ہی اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ، ورنہ کفر کی صورت میں میں تمھارا دفاع نہیں کر سکوں گا۔

تاریخ طبری کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ یہ میرا بھائی اور میرا وصی اور تم میں میرا خلیفہ ہے تم اس کی بات سنو اور جو کہے اسے بجالاؤ۔ اس پر لوگ ہنسے اور حضرت ابوطالب سے کہا کے اے ابوطالب تم کو حکم ہوا ہے کہ تم اپنے بیٹے کی اطاعت کرو اور فرماں بر داری اختیار کرو۔

جیسے جیسے اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد بڑھتی جارہی تھی مقامی قبیلوں اور لیڈروں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے لیے خطرہ سمجھنا شروع کر دیا۔ ان کی دولت اور عزت کعبہ کی وجہ سے تھی۔ اگر وہ اپنے بت کعبے سے باہر پھینک کر ایک اللہ کی عبادت کرنے لگتے تو انہیں خوف تھا کہ تجارت کا مرکز ان کے

ہاتھ سے نکل جائے گا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے قبیلے سے بھی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ وہ ہی کعبے کے رکھوالے تھے۔ قبائل نے ایک معاہدہ کے تحت مسلمانوں کا معاشی اور معاشرتی بائیکاٹ کیا یہاں تک کہ مسلمان تین سال شعبِ ابی طالب میں محصور رہے۔ یہ بائیکاٹ اس وقت ختم ہوا جب کعبہ پر لٹکے ہوئے معاہدے میں یہ دیکھا گیا کہ لفظ 'اللہ' کے علاوہ تمام حروف دیمک کی وجہ سے کھائے گئے ہیں۔ جب مخالفت حد سے بڑھ گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو حبشہ جہاں ایک عیسائی بادشاہ نجاشی حکومت کرتا تھا کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔

قریش کے عمائدین کی فکرمندی میں اضافہ ہوا۔ وہ (رسول اللہؐ کے چچا اور حامی و سرپرست) حضرت ابو طالبؑ کے پاس آئے اور ان سے درخواست کی کہ اپنے بھتیجے کو اس دعوت و تبلیغ سے باز رکھیں۔ ایک دن انھوں نے ابو طالبؑ سے درخواست کی محمدؐ کو ان کے سپرد کریں تا کہ وہ آپ کو قتل کریں اور آپؐ کے عوض وہ عمارۃ بن ولید نامی نوجوان ان کے سپرد کریں گے جو ایک خوبصورت اور مشرکین کے بقول عقل مند نوجوان تھا۔ ابو طالبؑ نے جواب دیا: کیا میں اپنا بیٹا تمہارے حوالے کردوں کہ تم اسے مار ڈالو اور میں تمہارے بیٹے کو پالوں اور پروان چڑھاؤں؟ کیا دشوار فریضہ ہے اور یہ وہ ہی حضرت ابو طالب ھیں جن کے ایمان پر لوگ آج بحثیں کرتے ھیں۔

۶۱۹ء میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیوی حضرت خدیجہ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے چچا حضرت ابوطالب انتقال فرما گئے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سال کو عام الحزن یعنی دکھ کا سال قرار دیا۔

واقعہ معراج شریف ھادی برحق نبی اکرم ص کی فضیلتوں میں سے ایک فضیلت اور قدرت خدا کا ایک معجزہ ھے۔ معراج، رسول اکرم ص کے مسجد اقصیٰ سے آسمانوں کی طرف سفر کو کہا جاتا ہے۔ اسلامی مآخذ کے مطابق رسول اللہ ایک رات مسجد الحرام سے مسجد اقصی گئے اور پھر وہاں سے آسمان کی طرف سفر پر گئے اس رات آپ نے بعض ملائکہ کو دیکھا اور ان سے بات کی نیز اہل جنت اور اہل جہنم کا مشاہدہ کیا۔ روایات کے مطابق آپ نے بعض پیغمبروں سے بھی ملاقات اور گفتگو کی۔

معراج کا واقعہ اہل سنت اور شیعہ مصادر میں متواتر طور پر نقل ہوئی ہے لیکن اس کی تفصیلات میں زمان، مکان، تعداد اور کیفیت وغیرہ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ قرآن کی دو سورتوں سورہ اسراء اور سورہ نجم میں اس کا ذکر آیا ہے۔

''معراج'' لفظ عروج سے نکلا ہے جس کے معنی اُوپر چڑھنا کے ہیں۔ معراج کمالِ معجزاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ یہ وہ عظیم خارقِ عادت واقعہ ہے جس نے تسخیرِ کائنات کے مقفّل دروازوں کو کھولنے کی اِبتداء کی۔ اِنسان نے آگے چل کر تحقیق و جستجو کے بند کواڑوں پر دستک دی اور خلاء میں پیچیدہ راستوں کی تلاش کا فریضہ سر انجام دیا۔ لیکن محققین کی تحقیق کے مطابق یہ واقعہ ہجرت سے تین سال قبل پیش آیا، یعنی دسویں سالِ بعثت کو۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ شیعہ سنی علماء کا اتفاق ہے کہ نماز جناب ابو طالبؑ کی وفات کے بعد یعنی بعثت کے دسویں سال کو واجب ہوگئ تو پانچ وقت کی نماز اسی معراج کی رات امت پہ واجب ہو گئی تھی رات کے مختصر سے وقفے میں جب اللہ ربّ العزّت حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجدِ حرام سے نہ صرف مسجد اقصیٰ تک بلکہ جملہ سماوِی کائنات کی بے اَنت وُسعتوں کے اُس پار ''قَابَ قَوْسَيْنِ'' اور ''أَوْ أَدْنَىٰ'' کے مقاماتِ بلند تک لے گیا اور آپ مدّتوں وہاں قیام کے بعد اُسی قلیل مدّتی زمینی ساعت میں اِس زمین پر دوبارہ جلوہ افروز بھی ہوگئے۔

سورہ اسراء کی پہلی آیت کے ان دو الفاظ «لیلاً» و «اَسری» سے پتہ چلتا ہے کہ معراج رات کے وقت ہوئی کونسی رات میں یہ واقعہ رونما ہوا اس میں اختلاف روایات پایا جاتا ہے۔

آنخضرت کا بیت المقدس سے مسجد الاقصی اور وهاں سے آسمانوں کی طرف جانے اور واپس آنے میں ایک رات سے زیادہ وقت صرف نہیں ہوا۔ جبکہ صرف مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف جانے آنے کا سفر ڈیڑھ دوماہ کا تھا روایات بتاتی ھیں کہ رسول خدا (ص) نے نماز عشاء اور نماز فجر مکہ میں پڑھی لیکن رات کے کچھ حصّے کا دعویٰ اور دعویٰ بھی قادرِ مطلق رب ذوالجلال والاکرام کا۔ پھر یہ سفر روح کا نہیں یا خواب کا واقعہ نہیں بلکہ روح مع الجسد اور بیداری کا واقعہ ہے معراج کی آیات میں اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ اور لَیْلًا روح مع الجسد بیداری میں سیر کی تائید قرآنِ حکیم سے ہی ہو جاتی ہے اِس کے لئے سورۃ الدخان کی آیت مبارک نمبر ۲۳، سورۃ طٰہٰ کی آیت نمبر ۷۷ سورۃ الشعراء کی آیت نمبر ۵۳ سورۃ ھود کی آیت نمبر ۸۱ اور سورۃ الحجر کی آیت

مبارک نمبر ۴۵ دیکھی جاسکتی ہے۔اِن آیاتِ مبارکہ میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت لوطؑ کا واقعہ بیان ہے۔ سورۃ الدخان میں اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت موسیٰؑ سے اِرشاد فرماتا ہے فَاَسۡرِ بِعِبَادِیۡ لَیۡلًا اِنَّکُمۡ مُّتَّبَعُوۡنَ ۝ "کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے کر چلے جائیں ضرور آپ کا پیچھا کیا جائے گا"۔اِسی طرح سورۃ الشعراء میں ہے وَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی مُوۡسٰۤی اَنۡ اَسۡرِ بِعِبَادِیۡۤ اِنَّکُمۡ مُّتَّبَعُوۡنَ ۝ "اور ہم نے موسیٰ (ں) کو وحی فرمائی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے کر چلے جائیں بے شک آپ کا پیچھا کیا جائے گا"۔اِن آیات میں درج واقعات کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جب اَسۡرٰی، بِعَبۡدِہٖ، لَیۡلًا یا اسری اھلک اور لیل کا ذکر آئے تو واقعہ جاگتے، بیداری اور روح مع الجسد کا ہوتا ہے۔اگر معراج شریف کا واقعہ روح کی سیر یا خواب کا واقعہ ہوتا تو نبیءِ مکرمؐ کے ارشاد فرمانے پر کوئی شخص بھی اِنکار نہ کرتا۔دعویٰ بیداری کی حالت میں سیر کرانے کا ہے۔اِس لئے عظمت رَبِّ ذوالجلال والاکرام اور مقام مصطفیٰ ص کے منکروں نے جھگڑا کھڑا کر دیا۔

معراج کے نکتۂ آغاز اور نکتۂ اختتام میں روایات میں اختلاف موجود ہے تاہم ایک دفعہ سے زیادہ بھی معراج کی روایات ھیں۔

شب معراج جبرئیل براق نامی سواری کے ہمراہ رسول خدا پر نازل ہوئے۔آپ اس پر سوار ہو کر بیت المقدس روانہ ہوئے اس سفر کے دوران آپ مدینہ، مسجد کوفہ، طور سینا و بیت اللحم (حضرت عیسی (ع) کی جائے پیدائش) پر ٹھہرے اور نماز پڑھی۔ پھر آپ مسجد الاقصی میں وارد ہوئے اور وہاں نماز پڑھی۔

ظاہرا پیغمبر قبۃ الصخرہ سے آسمانوں کی طرف چلے گئے۔اس نام گذاری کی وجہ اس جگہ چٹان کا ہونا ہے کہ جہاں سے رسول اللہ نے آسمانوں کے سفر کا آغاز کیا۔

قسط۳

روایات کے مطابق پیغمبر (ص) مسجد الاقصی سے پہلے آسمان پر پہنچے تو وہاں آدم (ع) سے ملاقات ہوئی۔ فرشتوں نے گروہوں کی صورت میں رسول اللہ کا خندۂ پیشانی سے استقبال کیا۔ یہاں آپ نے ملک الموت کا بھی دیدار کیا اور ان سے گفتگو کی۔

دوسرے آسمان پر حضرت یحییٰؑ و حضرت عیسیٰؑ تیسرے آسمان پر حضرت یوسفؑ چوتھے آسمان پر حضرت ادریسؑ پانچویں آسمان پر حضرت ہارونؑ اور چھٹے پر حضرت موسیٰؑ سے ملاقات کر کے نبی اکرم ص ساتویں آسمان پر ایسے مقام پر پہنچے کہ جہاں جبرئیلؑ پہنچنے سے عاجز تھے۔ انہوں نے رسول ص سے کہا: میں اس جگہ جانے کا اختیار نہیں رکھتا ہوں اگر ذرا برابر بھی نزدیک ہوا تو میرے پر جل جائیں گے۔ اس مقام پر خدا اور رسول خدا کے درمیان ہونے والی گفتگو حدیث معراج کے نام سے جانی جاتی ہے۔

معراج پر جب ساتویں آسمان پر آپ ص سدرۃ المنتہیٰ تک بڑھے تو خدا کی ذات سے ہم کلام ھوے خداوند اور پیغمبر (ص) کے درمیان ہونے والی گفتگو کو حدیث معراج اور حدیث قدسی کہتے ہیں۔ اس حدیث میں رضا، توکّل، دنیا کی پستی، روزہ، خاموشی، غریبوں سے محبت، اہل آخرت اور اہل دنیا کی خصوصیات جیسے اخلاقی موضوعات و مسائل کے متعلق بیان ہیں۔

رسول خدا واپسی پر بھی بیت المقدس میں تشریف لائے اور مکہ روانہ ہوئے۔ اسی رات قریش کی عمومی محفلوں میں راز فاش ہو گیا۔

قریش کی نگاہ میں معراج کا واقعہ ایک محال امر تھا۔ انہوں نے رسول اللہ کی تکذیب کی اور انہیں جھٹلاتے ہوئے کہا:

"مکہ میں ایسے افراد موجود ہیں جنہوں نے بیت المقدس کو دیکھا ہے۔ رسول ص سے تقاضا کیا کہ وہ انکے سامنے وہاں کی عمارت کی کیفیت اور نقشہ بیان کریں۔ پیغمبر ص نے بیت المقدس کی خصوصیات بیان کیں۔ پھر آپ سے تقاضا کیا کہ وہ قریش کے کاروان کی خبر دیں تا کہ انکی بات کی تصدیق ہو سکے۔ آپ ص نے فرمایا میں نے انہیں تنعیم کے مقام پر دیکھا تھا اور خاکی رنگ کے اونٹ انکے آگے چل رہے تھے اور ان پر کجاوے بھی موجود تھے۔ اسی طرح آپ ص نے خبر دی کہ اس وقت وہ کاروان مکّہ میں داخل ہو چکا ہے۔ ابھی یہ بات ہو ہی رہی تھی کہ کاروان مکہ میں داخل ہوا گیا۔ ابو سفیان اور مسافروں نے رسول خدا ص کی تصدیق کر دی۔

بعثت کے گیارہویں سال حج کے موقع پر بنی خزرج کے چھ افراد نے اسلام کی دعوت کو قبول کیا اور رسول اللہ ص سے عہد کیا کہ وہ اس پیغام کو اپنے قبیلے کے افراد تک پہنچائیں گے۔ اگلے سال مدینے کے ۱۲

افراد نے عقبہ نامی جگہ پر رسول اللہ ص کی بیعت کی۔انہوں نے شرک، چوری، زنا، تہمت نہ لگانے اور اپنی اولاد کے قتل نہ کرنے اور رسول اللہ ص کی جانب سے امور خیر میں دیے گئے احکامات کی پیروی کرنے پر بیعت کی رسول اللہ ص نے مصعب بن عمیر کو مبلغ اور تعلیم قرآن کے لیے ان کے ساتھ مدینہ بھیجا"۔

بعثت کے ۱۳ویں سال بنی خزرج قبیلے کے ۷۳ افراد حج سے فارغ ہونے کے بعد عقبہ میں اکٹھے ہوئے۔ رسول خدا اپنے چچا عباس بن عبد المطلب کے ہمراہ انکے پاس گئے۔مؤرخین کے مطابق پہلے عباس بن عبد المطلب نے گفتگو کرتے ہوئے کہا:

اے بنی خزرج! محمد ص ہم میں سے ہے۔ جہاں تک ہم میں توان و سکت تھی ہم نے اسے کسی قسم کی تکلیف پہنچنے سے محفوظ رکھا۔اب وہ آپ کے پاس آنا چاہتا ہے اگر تم اس کی حمایت اور اسکے مخالفین کے شر سے دفاع کی قدرت رکھتے ہو تو بہت خوب و گرنہ ابھی سے ہی اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔

بنی خزرج نے جواب میں کہا:

عباس! ہم نے تمہاری گفتگو سن لی ہے۔اے رسول خدا ص! آپ کے اپ کے خدا کے نزدیک پسندیدہ کیا ہے؟

رسول اللہ نے جواب میں قرآن کی آیات کی تلاوت کی اور فرمایا:

میں تم سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تم میری حمایت کروگے۔

بنی خزرج کے نمائندوں نے آپ کی اس بات پر بیعت کی کہ وہ آپ کے دشمنوں کے دشمن اور دوستوں کے دوست ہونگے، جو کوئی بھی آپ سے جنگ کرے گا وہ بھی ان سے جنگ کریں گے۔اسی وجہ سے اس بیعت کو بیعت الحرب کہتے ہیں۔اس بیعت کے بعد رسول اللہ ص نے مسلمانوں کو یثرب جانے اجازت دی۔تاریخ اسلام میں مکہ سے مدینہ جانے والوں کو مہاجر اور انہیں قبول کرنے والوں کو انصار کہا جاتا ہے۔

قریش جب یثرب کے لوگوں سے رسول اللہ کے عہد و پیمان سے مطلع ہوئے تو انہوں نے اپنے قبیلوں کے عہد و پیمان کی پرواہ کئے بغیر رسول خدا ص کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ لیکن قتل کرنا آسان کام نہ تھا کیونکہ آپ ص کے قتل ہو جانے کی صورت میں بنو ہاشم خونخواہی کا مطالبہ کرتے۔قریش نے اس کے مناسب حل کیلئے دار الندوۃ میں ایک میٹنگ بلائی باہمی صلاح و مشورہ سے اس نتیجے پر پہنچے کہ ہر قبیلہ سے ایک نوجوان لیا

جائے تمام افراد یک لخت رسول اللہ پر حملہ آور ہوں اور انہیں اکٹھے قتل کر دیں۔اس صورت میں قاتل ایک شخص نہیں ہو گا اور بنی ہاشم کیلئے تمام قبیلوں سے انتقام لینا ممکن نہیں ہو گا کیونکہ تمام قبائل سے جنگ کرنا ان کیلئے ناممکن ہو گا اور وہ مجبور ہو کر خون بہا پر راضی ہو جائیں گے۔

اس نقشے پر عمل در آمد کی رات خدا کے فرمان کے مطابق رسول اللہ ص علیؑ کو اپنی جگہ سلا کر مکہ سے نکل گئے۔(جس کا تفصیلی ذکر شب ہجرت میں آئے گا) رسول خدا حضرت ابو بکر بن ابی قحافہ کے ساتھ مدینہ کی جانب عازم سفر ہوئے اور ۳ دن تک مکہ کے نزدیک غار ثور میں ٹھرے رہے تاکہ ان کا پیچھا کرنے والے نا امید ہو جائیں۔اس کے بعد آپؐ نے غیر معروف راستے سے یثرب کی طرف ہجرت فرمائی۔

قسط ۴

ہجرت نبی مکہ سے مدینہ

مدینہ کی طرف ہجرت، بعثت کے تیرہویں سال حضرت پیغمبر اکرمؐ دوسرے مسلمانوں کے ہمراہ مکہ سے یثرب (مدینہ) کی طرف روانہ ہوئے۔اس مہاجرت کی اصلی وجہ مکہ کے مشرکین کی اذیت اور یثرب کے لوگوں کی آپؐ سے بیعت تھی آپؐ نے مسلمانوں کے دفاع کی خاطر یہ مہاجرت کی۔حضرت عمر کی حکومت کے دور میں رسمی طور پر مسلمانوں کے کیلنڈر کا مبدا قرار پائی۔

رسول خدا ص کے مکہ سے نکلنے اور مدینے پہنچنے کی تاریخ میں مؤرخین کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے ابن ہشام ۱۲ ربیع الاول بروز سوموار ظہر کے بعد قبا پہنچنا بتاتا جبکہ ابن کلبی مکہ سے باہر نکلنے کی تاریخ ا ربیع الاول اور قبا پہنچنے کی تاریخ اسی مہینے کی ۱۲ بروز جمعہ لکھی بعض نے وہاں پہنچنے کی تاریخ ۸ ربیع الاول لکھی۔

رسول خدا نے قبا میں توقف کے دوران مسجد تعمیر کی اسے مسجد قبا کہا جاتا تھا۔

جب رسول خداؐ ہجرت کے لیے مکہ سے نکلے تو اسی رات حضرت علیؑ نے رسول خداؐ کے بستر پر سوئے اور اسی رات کو لیلۃ المبیت کہتے ہیں۔

اور اس کی وجہ رسول خداؐ کا مشرکین قریش کی چال سے آگاہ ہونا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ آیہ پیغمبرؐ کو خبر دینے کے لئے ہی ہے۔: وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ۔ (انفال/۳۰)

ترجمہ: جب کافر تمہارے بارے میں حیلہ گری کریں تاکہ تمہیں قید کریں یا تمہیں قتل کریں یا شہر سے باہر نکالیں تو خداوند ان کی حیلہ گری میں داخل ہوگا اور خداوند بہترین حیلہ گر ہے۔

لیلۃ المبیت وہ رات ہے جب پیغمبرؐ نے خدا کے حکم سے مکہ سے مدینہ کی جانب روانہ ہوئے اور چونکہ قریش نے آپؐ کو قتل کا ارادہ کیا ہوا تھا اسی لئے رسول خداؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ آج کی رات آپؑ کے بستر ے پر سوئیں تاکہ مشرک آپؐ کی غیر موجودگی سے آگاہ نہ ہوں۔ خداوند نے حضرت علیؑ کی عظمت میں اس آیہ شریفہ کا نزول فرمایا:: «وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ»(بقرہ/۲۰۷)

ترجمہ: اور لوگوں کے درمیان ایسے افراد بھی ہیں جو کہ اپنی جان کو خدا کی خاطر فروخت کریں، اور خدا اپنے ان بندوں سے واقف ہے۔

جب قریش اپنے مقصد میں ناکام ہوگئے تو پیغمبرؐ کا پیچھا کیا تاکہ آپؐ کو مدینہ میں پہنچنے سے پہلے ہی قتل کر دیں۔ اسی طرح ڈھونڈتے ڈھونڈتے ایک غار میں داخل ہوئے کسی نے ان سے کہا کہ اس غار سے آگے نہیں گئے یا اسی جگہ سے آسمان کی طرف عروج فرماگئے ہیں یا پھر زمین کے اندر چلے گئے ہیں۔ دینی روایات کے مطابق، خداوند نے مکڑی کو حکم دیا کہ اپنے جال سے غار کا منہ بند کر دے جب پیچھا کرنے والوں نے جالے کو دیکھا تو یہ نتیجہ حاصل کیا کہ اس غار میں کوئی داخل نہیں ہوا ہے اسی وجہ سے وہ اس کوشش میں ناکام ہوگئے۔

حضرت علیؑ رسول اللہ ص کی ہجرت کے بعد تین دن تک مکہ رہے اور آپؑ نے رسول خدا ص کے پاس موجود لوگوں کی امانتیں ان کے مالکوں کو واپس کیں۔ پھر حضرت فاطمہؑ سمیت بنی ہاشم کی خواتین لے کر مدینہ کی طرف گئے اور قبا میں کلثوم بن ہدم کے گھر رسول اللہ ص سے ملحق ہوگئے رسول خدا ۱۲ ربیع الاول کو بنی نجار کے ہمراہ مدینے روانہ ہوئے۔ پہلی نماز جمعہ قبیلۂ بنی سالم میں پڑھائی۔ آپ کے مدینہ میں داخلے کے

موقع پر وہاں ہر قبیلہ کا سر براہ اپنے اہل خانہ سمیت چاہتا تھا کہ وہ آپ کو اپنے گھر لے جائے تا کہ دوسروں کی نسبت آپکی مہمان نوازی کا شرف اسے حاصل ہو جائے۔ رسول اللہ دعوت دینے والوں کے جواب میں کہتے میرا اونٹ حکم دے دیا گیا ہے اور وہ جانتا ہے کہ کس جگہ جانا ہے ؟ بنی مالک بن نجار کے گھروں کے درمیان دو یتیموں کی زمین پر بیٹھ گیا۔ رسول خدا نے ان یتیموں کے سرپرست معاذ بن عقراء سے زمین خرید لی اور اس میں مسجد بنائی گئی جو مسجد النبی کی بنیاد ہے۔ ابوایوب انصاری رسول اللہ کا سامان اپنے گھر لے گئے اور آپ کے حجرے کی تعمیر تک انہی کے گھر رہے۔

رسول خدا مسجد کی تعمیر میں صحابہ کی مدد فرماتے تھے۔ مسجد کی ایک طرف ایک چبوترہ صفہ بنایا گیا تا کہ وہاں مستمند حضرات رہ سکیں۔ وہاں رہنے والوں کو اصحاب صفہ کہا گیا۔

پیغمبر اکرمؐ بارہ ربیع الاول کی ظہر کو یثرب پہنچے اور قباء کے مقام پر رکے اور نماز پڑھی۔ اور وہاں بنی عمرو بن عوف کے مہمان بنے اور دس دن سے زیادہ اسی مقام پر اقامت کی۔ اس قبیلے کے افراد نے آپؐ کو اس سے زیادہ رہنے پر اسرار کیا لیکن آپؐ نے قبول نہ کیا اور فرمایا کہ علی بن ابی طالب کے منتظر ہیں اور وہیں رہے یہاں تک کہ علیؑ پہنچ گئے۔

منابع کے راویوں نے پیغمبرؐ کے یثرب میں داخل ہونے کو تفصیل سے لکھا ہے۔ جیسے کہ عبدالرحمٰن بن عویم بن ساعدہ نے لکھا ہے کہ جب سے رسول خداؐ نے مکہ سے حرکت کی تو ہمارا انتظار شروع ہو گیا ہر روز صبح کی نماز کے بعد مدینہ سے باہر آ جاتے اور شہر سے باہر رسول خداؐ کے انتظار میں بیٹھتے اور جب سایہ ختم ہو جاتا اور کوئی سایہ نہ دیکھتے اس وقت واپس مدینہ لوٹ آتے۔

اسی طرح ایک دن جب رسول خداؐ کے انتظار میں مدینہ سے باہر گئے اور سایہ ختم ہونے تک وہاں بیٹھے جب سایہ ختم ہوا تو گرمی کی شدت کی وجہ سے اپنے گھر واپس آ گئے جب ہم اپنے گھر میں تھے، اسی وقت رسول خداؐ داخل ہوئے۔ اور پہلا فرد جس نے آپؐ کو دیکھا وہ یہودی تھا جو کہ ہمارے روز کے کام سے واقف تھا اور جانتا تھا کہ ہم روزانہ انتظار کرتے ہیں اسی لئے اس نے زور سے آواز لگائی اے بنی قیلہ ! آپ کا مہمان پہنچ گیا ہے، یہ آواز سنتے ہی ہم گھروں سے باہر بھاگے اور رسول خداؐ کے پاس پہنچ گئے اور ابو بکر بھی آپؐ کے ہمراہ تھے، اور چونکہ ہم میں سے اکثر نے رسول خداؐ کو دیکھا نہیں تھا اور جب رسول خداؐ سے سایا ہٹا اور

ابو بکر کھڑے ہوئے اور آپؐ پر سایہ پڑا تو ہم نے اسے پہچانا۔ رسول خداؐ قبا میں کلثوم بن ہدم جو کہ بنی عمرو بن عوف کے مردوں سے ہے، کے گھر داخل ہوئے اور لوگوں کی ملاقات کے لئے سعد بن خثیمہ کے گھر گئے کہ جس کے بیوی بچے نہیں تھے اور بغیر بال بچے والے مسلمان مہاجر بھی اس کے گھر میں رکے ہوئے تھے۔

پیغمبرؐ مدینہ پہنچنے کے بعد ۱۷ مہینوں تک (قبلۂ اول) مسجد اقصی کی طرف رخ کر کے نماز کے لئے کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ یہودی کہتے تھے: محمد ص کا کوئی قبلہ نہ تھا حتی کہ ہم نے انہیں سکھا دیا۔ رسول اللہؐ اس یہودی سرزنش سے آزردہ خاطر تھے۔ ایک روز آپ ص مسجد بنی سلمہ میں نماز ظہر ادا کر رہے تھے اور یہ ۲ ہجری سال کا ماہ شعبان تھا کہ نماز کے دوران ہی آپ پر سورہ بقرہ کی آیت ۱۴۴ آیت نازل ہوئی:

ترجمہ:

بہت دیکھ رہے ہیں ہم آپ کے چہرے کی گردش کو آسمان کی طرف، تو اب ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف موڑ دیں گے جس سے آپ خوش ہو جائیں گے۔ بس اب مسجد الحرام کی طرف اپنا رخ موڑ دیجئے اور تم لوگ جہاں کہیں ہو اپنے منہ اسی طرف کیا کرو، اور وہ جنہیں کتاب دی گئی ہے یقینا بخوبی جانتے ہیں کہ یہ ان کے پروردگار کی طرف کا حقیقی فیصلہ ہے اور اللہ اس سے، جو وہ کرتے ہیں، بے خبر نہیں ہے۔

پیغمبرؐ نے اسی حال میں اپنا رخ بیت المقدس کی طرف سے کعبہ کی طرف موڑ لیا۔ یہ مسجد تاریخ اسلام میں مسجد ذوالقبلتین کے نام سے مشہور ہوئی ہے۔ مسجد الاقصی سے مکہ کی طرف قبلہ کی تبدیلی یہود اور منافقین پر گراں گذری۔ اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ وہ مسلمانوں پر تنقید کرنے لگے کہ "اب تک تو مسجد میں تم مسجد الاقصی کی طرف رخ کرتے رہے ہو اب کیوں تمہارا قبلہ تبدیل ہوا؟"۔ چنانچہ یہ آیت ملامت کرنے والوں کے جواب میں نازل ہوئی:

ترجمہ:

بہت جلد بے وقوف لوگ یہ کہیں گے کہ کس چیز نے ان لوگوں کو پھیر دیا ان کے اس قبلہ سے جس پر وہ تھے، کہہ دیجئے کہ اللہ ہی کا ہے مشرق بھی اور مغرب بھی۔ جسے وہ چاہتا ہے سیدھے راستے پر لگا دیتا ہے۔

سورہ بقرۃ ۱۴۴ء ۱۴۲ جنہیں آیت قبلہ بھی کہا جاتا۔

نماز جماعت کے دوران ۱۶۰ درجہ قبلہ کی تبدیلی ایک قابل توجہ واقعہ ہے۔

قبلہ کے ماضی میں جائیں تو بعض روایات کی بنا پر کعبہ زمانۂ حضرت آدم (ع) سے قبلہ تھا۔ حضرت ابراہیم (ع) نے کعبہ کو از سر نو تعمیر کیا۔ اور حضرت موسی (ع) نے مسجد الاقصی کو شرک اور انحراف سے نجات کیلئے حکم خداوندی سے بیت المقدس کو قبلہ قرار دیا۔

بعض نے کہا: پیغمبر (ص) ہجرت سے پہلے امکانی حد تک دونوں قبلوں کی طرف من کر کے نماز پڑھتے تھے ؛اس طرح سے کہ مکہ کی جغرافیائی موقعیت کی وجہ سے اس طرح سے کھڑے ہوتے کہ کعبہ انکے اور بیت المقدس کے درمیان ہوتا اور جمع کے ممکن نہ ہونے کی صورت میں مسجد الاقصی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔

مکے میں سکون نہ لینے والوں نے مدینہ میں سکون نہ لینے کا ارادہ نہ بدلہ اور مدینہ میں قریش کے جاسوس رسول اللہؐ کے فیصلوں سے آگاہی کرنے میں کافی کامیاب ہو رہے تھے۔

جس روز سے رسول اللہؐ نے عقبہ کا دوسرا معاہدہ مدینہ والوں کے ساتھ منعقد فرمایا اس روز سے یہ پیش گوئی کی جاسکتی تھی کہ قریش کے ساتھ جنگ حتمی طور پر وقوع پذیر ہو گی۔ سب سے پہلا غزوہ ماہ صفر سنہ ۲ ہجری کو انجام پایا جس کو غزوۃ الابواء یا ودّان کہا گیا ہے۔ اس لشکر کشی کے دوران کوئی جھڑپ نہیں ہوئی۔ اس کے بعد غزوہ بُواط ربیع الاول کے مہینے میں تھا اور اس میں بھی کوئی جھڑپ نہیں ہوئی۔ جمادی الاولیٰ میں خبر ملی کہ قریش کا قافلہ ابوسفیان کی سرکردگی میں مکہ سے شام کی طرف روانہ ہو رہا ہے۔ پیغمبرؐ نے ذات العشیرۃ تک اس قافلے کا تعاقب کیا۔ لیکن قافلہ پہلے ہی اس مقام سے گذر چکا تھا۔ یہ غزوات اس لئے بے نتیجہ رہ جاتے تھے کہ مدینہ میں قریش کے جاسوس رسول اللہؐ کے فیصلوں سے آگاہ ہو جاتے تھے اور مسلمانوں کے فوجی دستوں کے روانہ ہونے سے قبل ہی قریشی قافلوں تک پہنچ جاتے تھے اور انہیں خطرے سے آگاہ کر دیتے تھے چنانچہ ان کے قافلے یا تو راستہ بدل دیتے تھے یا پھر تیز رفتاری کے ساتھ مسلمانوں کی پہنچ سے نکل جاتے تھے۔ اگلی قسط میں اسلام کی جنگوں کا زکر ہو گا جو حقیقت میں نبی سے جنگیں تھی۔

قسط ۵

مدینہ میں ایک ریاست قائم کرنے کے بعد مسلمانوں کو اپنے دفاع کی کئی جنگیں لڑنا پڑیں۔ ان میں سے جن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شریک تھے انہیں غزوہ (جنگ) کہتے ہیں اور جن میں وہ شریک نہیں

تھے انہیں سریہ کہا جاتا ہے۔ ہجرت کے اسی دوسرے سال کے دوران مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان اہم ترین لڑائی ہوئی۔ یہ لڑائی غزوہ بدر کے نام سے مشہور ہے۔اس جنگ میں گوکہ مسلمانوں کی تعداد مکیوں سے بہت کم تھی، مگر وہ فتح یاب ہوئے اور بڑی تعداد میں مکی مشرکین مارے گئے یا پھر قید کر لئے گئے اور باقی فرار ہونے میں کامیاب ہوئے۔اس جنگ میں ابوجہل اور قریش کے دوسرے اکابرین اور ان کے بیٹوں میں سے افراد ہلاک ہوگئے اور اتنی ہی تعداد قید کر لی گئی۔اس جنگ میں ۱۴ مسلمان بھی شہید ہوئے۔جنگ بدر میں امیر المؤمنین علی علیہ السلام، نے بڑی جانفشانیاں کیں اور رسول اللہؐ کی خوب مدد کی اور شجاعت کے حوالے سے مکہ کے کئی مشہور جنگجو پہلوان آپ کے ہاتھوں ہلاک ہوئے اور امیر المؤمنین علی کی شجاعت ہی تھی جس نے مسلمانوں کے لشکر کی فتح وکامیابی کو یقینی بنایا۔

پھر ۳ ھجری میں ابوسفیان کفار کے ۳۰۰۰ نفری لشکر کے ساتھ مدینہ پر حملہ آور ہوا۔احد کے پہاڑ کے دامن میں ہونے والی یہ جنگ غزوہ احد کہلائی۔ اگرچہ اس جنگ میں ابتدائی طور پر مسلمان فتح مندی سے ہمکنار ہوئے لیکن خالد بن ولید مخزومی نے ایک چال چلی اور مشرکین نے مسلمانوں کے ایک گروہ کی غفلت اور نافرمانی سے فائدہ اٹھاکر مسلم مجاہدین پر پشت سے حملہ کر کے ان کا قتل عام شروع کیا۔کیونکہ ٹیلے والے اصحاب نے یہ سوچتے ہوئے کہ فتح ہو گئی ہے مالِ غنیمت اکٹھا کرنا شروع کر دیا تھا اور یہ ہی موضوع آج کل پاکستانی حکومت وقت پر تنقید کا جواز بنا ھوا ھے اس جنگ میں رسول اللہؐ کے چچا (اسد اللہ اور اسد رسول اللہ) حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؑ بھی شہید ہوئے جن کی لاش سے جگر نکال کر ہندہ جیسی بدنام زمانہ فاحشہ نے چبا کر جشن منایا تھا۔

جنگ بنی نضیر اور جنگ دومۃ الجندل جیسی جنگیں بھی ھوئی جن میں دشمن لڑھے بنا ہی بھاگ گئے۔

۵ ہجری میں جنگ احزاب ھوئی (جسے جنگ خندق بھی کہا جاتا ہے)۔

اس جنگ میں مشرکین کا مقابلہ کرنے کی غرض سے جناب سلمان فارسی کی تجویز پر مسلمانوں نے شہر مدینہ کے اطراف میں ایک خندق کھود لی عمرو بن عبد ود اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ خندق پھلانگ کر مسلمانوں کی جانب آیا اور جنگ کے لئے مبارز طلب کیا؛ مسلمانوں نے خوف کے مارے خاموشی اختیار کرلی۔ باالآخر علی بن ابی طالب (ع) رضاکارانہ طور پر-اور رسول خداؐ کی اجازت سے-میدان میں آئے اور عمرو

کو ہلاک کر ڈالا۔ علی (ع) کا یہ اقدام -جو عمرو کے قتل پر منتج ہوا-جنگ میں اسلام کی فتح و نصرت اور کفار کی شکست میں اس قدر موثر تھا کہ رسول خداؐ نے فرمایا:

ضَربَةُ عَلِيٍ يَومَ الخَندقِ افضلُ من عبادة الثقلين۔

یعنی غزوہ خندق کے روز علی (ع) کی ایک ضربت ثقلین (جنات اور انسانوں) کی عبادت سے افضل و برتر ہے۔

برز الإيمان كله إلى الشرك كله۔

آج پورا ایمان پورے شرک کے مقابلے میں میں آیا ہے

یہ حدیث بھی اسی واقعہ کے متعلق ھے۔

رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خراش نامی شخص کو اپنی اونٹ پر سوار کر کے مکہ بھیجا تاکہ وہ مکہ کے بزرگوں تک یہ پیغام پہنچا دے کہ مسلمان ان سے لڑنے کیلئے نہیں آئے بلکہ وہ صرف بیت اللہ کی زیارت کر کے واپس چلے جائیں گے، لیکن مکہ والوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اونٹ کو مار ڈالا اور خراش کو بھی مارنے کا قصد رکھتے تھے لیکن بعض لوگ مانع بنے اور وہ واپس لوٹ آئے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسری دفعہ عثمان ابن عفان کو مکہ والوں کے پاس بھیجا لیکن جب ان کی واپسی طولانی ہوئی تو یہ افواہ پھیلی کہ عثمان کو مکے کے لوگوں نے قتل کر دئے ہیں۔

عثمان کے قتل کی افواہ پھیلنے کے بعد پیغمبر اکرم (ص) نے اپنے اصحاب کو جمع کر کے ان سے بیعت لیا۔ یہ بیعت "ببول کے درخت" کے نیچے منعقد ہوئی جس میں شریک تمام افراد نے آنحضرت پر اپنی جان قربان کرنے کا عہد کیا لیکن بعد میں پتہ چلا کہ عثمان قتل نہیں ہوا ہے۔

بیعت رضوان یا بیعت شجرہ، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض صحابہ کی تجدید عہد کا نام ہے جو مکہ کے نزدیک چھ ہجری قمری کو صلح حدیبیہ سے پہلے واقع ہوئی۔ سورہ فتح کی آیت نمبر ۱۸اس واقعے کی طرف اشارہ کرتی ہے اور بیعت رضوان یا بیعت شجرہ کا نام بھی اسی آیہ مجیدہ سے لیا گیا ہے۔

اہل سنت، بیعت کرنے والوں پر خدا کی رضایت کو بغیر کسی قید اور شرط کے ہمیشہ کے لیے ثابت کرتے ہیں اسی لئے وہ اس عہد و پیمان میں شامل تمام صحابہ کے لئے ایک خاص احترام کے قائل ہیں لیکن شیعہ معتقد ہیں کہ مذکورہ آیت شریفہ میں رضائے الہی ان کی قربانی، جانفشانی اور اس بیعت کے نتیجے میں تھی اور خدا کی رضایت کا تسلسل اس شرط پر ہے کہ یہ لوگ پیغمبر اکرم (ص) کی اطاعت اور پیروی میں ثابت قدم رہیں۔

ذیقعد سنہ ۶ ہجری کو رسول اللہؐ مدینہ کے پندرہ سو مردوں کے ہمراہ عمرہ کی ادائیگی کی غرض سے مکہ روانہ ہوئے۔ قریش کو رسول اللہؐ کے ارادے کا علم ہوا تو انھوں نے آپ کو مکہ پہنچنے سے روکنے کی تیاری کی۔ ابتداء میں خالد بن ولید (مخزومی) اور عکرمہ بن ابی جہل (مخزومی) کو روانہ کیا تاکہ وہ آپ کو مکہ آنے سے روک لیں۔ رسول اللہؐ حدیبیہ نامی مقام پر اترے جہاں سے حدود حرم کا آغاز ہوتا ہے۔ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خراش نامی شخص کو اپنی اونٹ پر سوار کر کے مکہ بھیجا تاکہ وہ مکہ کے بزرگوں تک یہ پیغام پہنچا دے کہ مسلمان ان سے لڑنے کیلئے نہیں آئے بلکہ وہ صرف بیت اللہ کی زیارت کر کے واپس چلے جائیں گے، لیکن مکہ والوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اونٹ کو مار ڈالا اور خراش کو بھی مارنے کا قصد رکھتے تھے لیکن بعض لوگ مانع بنے اور وہ واپس لوٹ آئے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسری دفعہ عثمان ابن عفان کو مکہ والوں کے پاس بھیجا لیکن جب ان کی واپسی طولانی ہوئی تو یہ افواہ پھیلی کہ حضرت عثمان کو مکے کے لوگوں نے قتل کر دئے ہیں۔ حضرت عثمان کے قتل کی افواہ پھیلنے کے بعد پیغمبر اکرم (ص) نے اپنے اصحاب کو جمع کر کے ان سے بیعت لیا۔ یہ بیعت "ببول کے درخت" کے نیچے منعقد ہوئی جس میں شریک تمام افراد نے آنحضرت پر اپنی جان قربان کرنے کا عہد کیا لیکن بعد میں پتہ چلا کہ حضرت عثمان کا قتل نہیں ہوا ہے مگر قریشی نہ مانے اور آخر کار آپؐ اور اہالیان مکہ کے نمائندے کے درمیان ایک معاہدے پر دستخط ہوئے جس کے تحت "آنے والے دس برسوں کے دوران فریقین کے درمیان کوئی جنگ نہ ہوگی، اس سال مسلمان لوٹ کر واپس مدینہ جائیں گے لیکن اگلے سال اسی موقع پر مکہ کے مکین تین دن تک شہر چھوڑ کر چلے جائیں گے اور اسے مسلمانوں کے سپرد کریں گے تاکہ وہ زیارت کریں"۔

اس مصالحت نامے میں طے کیا گیا کہ "اہل مکہ میں سے جو بھی محمدؐ کے پاس آجائے گا آپ اسے مکہ لوٹا دیں گے لیکن اگر کوئی مدینہ سے مکہ چلا گیا تو مکیوں کے لئے اسے مدینہ لوٹانا لازم نہ ہوگا"۔ نیز اس معاہدے میں قرار پایا کہ تمام قبائل کو یہ فیصلے کرنے کا پورا اختیار ہوگا کہ وہ قریش کے حلیف ہوں یا پھر محمدؐ کے"۔

اس معاہدے کی وجہ سے رسول اللہؐ کے بعض اصحاب غضبناک ہوئے اور اس معاہدے کو مسلمانوں کی شکست قرار دینے لگے؛ لیکن حقیقت میں یہ معاہدہ مسلمانوں کے لئے عظیم کامیابی کا سبب بنا کیونکہ مشرکین مکہ اب نہ صرف انہیں تسلیم کر رہے تھے بلکہ ان کے ساتھ ایک ہم منصب اور فریق مقابل کے عنوان سے معاملہ کر رہے تھے۔

سنہ ۷ ہجری میں رسول اللہؐ خیبر کے یہودیوں کے ساتھ جنگ کے فاتح ہوئے جو اس سے قبل کئی بار آپ کے خلاف آپ کے دشمنوں کے ساتھ متحد ہوئے تھے اور آپؐ ان کی طرف سے مطمئن نہ تھے۔ قلعۂ خیبر جو مدینہ کے قریب واقع ہوا تھا، پر مسلمانوں نے قبضہ کیا اور پیغمبرؐ نے اجازت دے دی کہ یہودی اس علاقے میں زراعت کا کام جاری رکھیں اور ہر سال اپنی پیداوار کا کچھ حصہ مسلمانوں کو ادا کریں۔

جنگ خیبر میں ایک قلعے کو فتح کرنے کا کام دشوار ہوا اور رسول اللہؐ نے بالترتیب حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کو اس کی فتح کے لئے روانہ کیا لیکن وہ دونوں عاجز رہے اور رسول اللہؐ نے فرمایا:

أُعطينّ هذه الرايةَ غداً رجلاً يَفتح اللهُ على يديه، يحبُّ اللهَ ورسولَه، ويحبُّه اللهُ ورسولُه۔

میں کل قطعی طور پر پرچم اس مرد کے سپرد کر رہا ہوں جس کے ہاتھوں اللہ اس فتح کو سرانجام تک پہنچائے گا وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس کو دوست رکھتے ہیں۔

اگلے روز صبح آپ نے علیؑ کو بلوایا اور ان کی آنکھوں کا علاج اپنے لعاب دہن سے فرمایا اور ہدایت کی: یہ پرچم اٹھاؤ اور آگے بڑھو تاکہ خداوند متعال تمہیں کامیاب کر دے۔

ابن اسحاق، ابورافع سے نقل کرتے ہیں کہ : علیؑ قلعہ کے قریب پہنچے اور جنگ میں مصروف ہوئے۔ ایک یہودی نے وار کیا تو ڈھال آپ کے ہاتھ سے گر گئی چنانچہ آپ نے قلعے کے کا ایک دورازہ اکھاڑ کر اسے ڈھال قرار دیا اور جب تک فتح سرانجام کو نہ پہنچی تھی وہ دروازہ بدستور آپ کے ہاتھ میں تھا اور جب جنگ سے سے فارغ ہو کر میدان کارزار سے باہر آئے تو دروازے کو پھینک دیا۔ ابو رافع کہتا ہے: میں نے سات دیگر افراد کے ساتھ مل کر اس دروازے کو اٹھانے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔

خیبر میں یا خیبر سے مدینہ واپسی کے وقت مقام صہباء میں رسول اللہ (ص) نے صفیہ بنت حیی بن اخطب کو ۔جو جنگی قیدیوں میں شامل تھیں ۔اسلام کی دعوت دی اور انھوں نے یہ دعوت قبول کرلی چنانچہ آپ (ص) نے انہیں آزاد کیا اور ان سے نکاح کر لیا۔

جنگ خیبر میں ۱۵ سے ۱۸ مسلم مجاہدین شہید ہوئے اور یہودیوں میں سے ۹۳ افراد مارے گئے اور خدا نے مسلمانوں کو غالب کیا۔

مولد النبی ص عند الامامیہ

امامیہ کا اجماع ہے کہ رسول خدا ص کی ولادت باسعادت ۱۷ ربیع الاول کو ہوئی

امام علی نقی علیہ السلام سے مروی ہے :

محمد بن الحسن باسناده عن أبي عبد الله بن عياش، عن أحمد بن زياد وعلي بن محمد التستري، عن محمد بن الليث، عن إسحاق بن عبد الله، عن أبي الحسن علي بن محمد عليه السلام في حديث إن الأيام التي تصام فيهن أربع منها يوم مولد النبي صلى الله عليه وآله وسلم يوم السابع عشر من شهر ربيع الأول "۔

امام علی نقی علیہ السلام نے ایک حدیث کے ضمن میں جس میں وہ دِن گنے گئے ہیں جن میں (مستحب) روزے رکھے جاتے ہیں، میں فرمایا:

وہ چار دن ہیں کہ ان میں سے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کا دن ہے جو کہ ۱۷ ربیع الاول ہے۔[1]

شیخ مفید رح فرماتے ہیں:

وفي السابع عشر منه مولد سيدنا رسول الله صلى الله عليه وآله عند طلوع الفجر من يوم الجمعة في عام الفيل، وهو يوم شريف، عظيم البركة، ولم يزل الصالحون من آل محمد عليهم السلام على قديم الأوقات يعظمونه ويعرفون حقه، ويرعون حرمته، ويتطوعون بصيامه۔

وروي عن أئمة الهدى عليهم السلام أنهم قالوا: من صام اليوم السابع عشر من شهر ربيع الأول وهو مولد سيدنا رسول الله صلى الله عليه وآله كتب الله سبحانه له صيام سنة۔

ويستحب فيه الصدقة والالمام بزيارة المشاهد، والتطوع بالخيرات وإدخال المسرة على أهل الإيمان۔

سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عام الفیل میں جمعہ کے دن طلوعِ فجر کے وقت پیدا ہوئے تھے۔ اور یہ شریف اور عظیم برکت والا دن ہے۔ اور خاندانِ رسالت کے صالح لوگ قدیم الایام سے برابر اس دن کی تعظیم و تکریم اور اس کے حق کا احترام اور اس دن کا روزہ رکھتے چلے آئے ہیں۔

اور آئمہ الہدیٰ علیہم السلام سے مروی ہے:

۱۷ استرہ ربیع الاول کے دن کا روزہ رکھو، یہ سیدنا رسول اللہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کا دن ہے۔ اور اللہ عزوجل نے اس کے لیے {جو سترہ ربیع الاول کا روزہ رکھے} ایک سال کے روزہ کا ثواب لکھ دیا ہے۔

---

[1]- تہذیب الاحکام، ج ۴، ص ۳۸۱، باب صوم الاربعة الايام فى السنة۔

اس میں مستحب ہے کہ صدقہ دیا جائے اور مشاہد مشرفہ {یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم} کی زیارت کرئے، صدقہ خیرات کرئے اور اور اہل ایمان کے دِلوں میں خوشی داخل کرے۔[1]

شیخ طوسی رح فرماتے ہیں:

ورسول الله (صلى الله عليه وآله) محمد بن عبد الله بن عبد المطلب بن هاشم بن عبد مناف سيد المرسلين وخاتم النبيين (صلى الله عليه وآله) الطاهرين، كنيته أبو القاسم، ولد بمكة يوم الجمعة السابع عشر من شهر ربيع الأول في عام الفيل۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں یوم جمعہ ۱۷ ربیع الاول عام الفیل میں پیدا ہوئے۔[2]

علامہ مجلسی رح نے بھی امامیہ کا اجماع نقل کیا ہے۔فرماتے ہیں:

«لاثنتي عشرة» اعلم أنه اتفقت الإمامية إلا من شذ منهم على أن ولادته صلى الله عليه وآله وسلم كانت في سابع عشر شهر ربيع الأول۔

جاننا چاہیئے کہ عُلماء امامیہ کا اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت ۱۷ ماہ ربیع الاول کو ہوئی۔[3]

---

[1]- مسار الشیعہ، ص ۵۰۔

[2]- تہذیب الاحکام، ج ٦، ص ۳۔

[3]- مراۃ العقول، ج ۵، ص ۱۷۰۔

رسول اللہ ص کی زہر سے شہادت ہوئی؟

ہمارے ہاں ایک نقطہ نظر عام ہے، اہل سنت اور اہل تشیع میں، کہ نبی ص کو خیبر کے موقع پر زہر دیا گیا جسکی وجہ سے انکی شہادت ہوگئی۔ اگر روایات دیکھی جائیں تو اس کے بارے میں مختلف آئی ہیں۔ چنانچہ ہم ان روایات کو نقل کر کے نتیجہ دیتے ہیں:

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ سَعِيدٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَلِيٍّ عَنْ أَبِي بَصِيرٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ (ع) قَالَ سُمَّ رَسُولُ اللَّهِ (ص) يَوْمَ خَيْبَرَ فَتَكَلَّمَ اللَّحْمُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ (ص) إِنِّي مَسْمُومٌ قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ (ص) عِنْدَ مَوْتِهِ الْيَوْمَ قَطَّعَتْ مَطَايَايَ الْأُكْلَةُ الَّتِي أَكَلْتُ بِخَيْبَرَ وَمَا مِنْ نَبِيٍّ وَلَا وَصِيٍّ إِلَّا شَهِيدٌ۔

ابو بصیر نے امام صادق ع سے روایت کی، فرمایا: رسول اللہ ص یوم خیبر مسموم ہوئے، تو (زہر آلودہ) گوشت نے کلام کیا اور کہا: یا رسول اللہ، میں مسموم ہوں! تو نبی ص نے اپنی موت کے وقت فرمایا: آج کے دن میری شہ رگ کو اس کھانے نے کاٹ دیا ہے جو میں نے خیبر میں کھایا تھا۔ اور کوئی نبی و وصی نہیں ہے مگر یہ کہ وہ شہید ہے۔[1]

بصائر الدرجات ایک معتبر مصدر نہیں ہے، آیت اللہ آصف محسنی کی کتاب بحوث فی علم الرجال میں انہوں نے اس پر گفتگو کی ہے، اور یہ روایت اور کہیں بھی نقل نہیں ہوئی۔ پس اسکو قبول نہیں کیا جا سکتا، دوسری طرف یہ مخالف قرآن بھی ہے۔ اس نقطہ پر ہم بعد میں لوٹیں گے۔ اسکی تائید میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں مثلاً:

عِدَّةٌ مِنْ أَصْحَابِنَا عَنْ سَهْلِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْأَشْعَرِيِّ عَنِ ابْنِ الْقَدَّاحِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ (ع) قَالَ: سَمَّتِ الْيَهُودِيَّةُ النَّبِيَّ (ص) فِي ذِرَاعٍ وَكَانَ النَّبِيُّ (ص) يُحِبُّ الذِّرَاعَ وَالْكَتِفَ وَيَكْرَهُ الْوَرِكَ لِقُرْبِهَا مِنَ الْمَبَالِ۔

---

[1] ۔ بصائر الدرجات، ص ۵۲۳۔

ابن قداح نے امام صادق ع سے روایت کی، فرمایا: یہودیہ نے نبی ص کو (جانور کے گوشت) کی اگلی ٹانگ میں ڈال کر زہر دیا۔۔۔ پھر آگے روایت ہے۔[1]

سندا روایت میں مسائل ہیں: سہل بن زیاد ضعیف ہے اور جعفر بن محمد اشعری مجھول ہے۔ تو یہ روایت معتبر نہیں ہے۔ ایک اور روایت ہمیں ملتی ہے الکافی میں:

مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى عَنْ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عِيسَى عَنِ ابْنِ فَضَّالٍ عَنِ ابْنِ بُكَيْرٍ عَنْ زُرَارَةَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ (عَلَيهِ السَّلام) قَالَ إِنَّ رَسُولَ الله (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وآلِه) أُتِيَ بِالْيَهُودِيَّةِ الَّتِي سَمَّتِ الشَّاةَ لِلنَّبِيِّ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وآلِه) فَقَالَ لَهَا مَا حَمَلَكِ عَلَى مَا صَنَعْتِ فَقَالَتْ قُلْتُ إِنْ كَانَ نَبِيّاً لَمْ يَضُرَّهُ وَإِنْ كَانَ مَلِكاً أَرَحْتُ النَّاسَ مِنْهُ قَالَ فَعَفَا رَسُولُ الله (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وآلِه) عَنْهَا۔

زرارہ نے امام باقرع سے روایت کی، فرمایا: نبی ص کے پاس اس یھودیہ کو لایا گیا جس نے انکے لیئے گوسفند کو زہر آلودہ کیا تھا۔ تو نبی ص نے اس سے فرمایا: تجھے کس چیز نے یہ کرنے پر مجبور کیا؟ اس نے کہا: میں نے کہا تھا کہ اگر یہ نبی ہوتا تو یہ (زہر) اسکو نقصان نہیں پہچائے گا، اور اگر یہ کوئی بادشاہ ہے تو لوگ اس سے راحت میں آجائیں گے۔ تو رسول اللہ ص نے اسکو معاف کر دیا۔[2]

سندا روایت مؤثق ہے، لیکن اسکا متن درست نہیں ہے۔ کیونکہ اگر یھودیہ کا ہدف تھا کہ وہ دیکھے کہ وہ نبی ہیں یا نہیں اور راستہ یہ تھا کہ انکو یہ زہر نقصان نہیں پہنچائے گا، اور پھر انکی وفات اس ہی زہر سے ہوئی ہے جو اس یھودیہ نے دیا۔ تو اسکا مطلب ہوا کہ یھودیہ اپنی بات میں کامیاب رہی اور اسکی بات درست ہوئی کہ وہ نبی نہیں ہیں (والعیاذ باللہ)، کیونکہ اگر نبی ہوتے تو یہ زہر انکو نقصان ہی نہ پہنچا رہا ہوتا، مگر انکی وفات تو اس ہی زہر سے ہو گئی۔ دوسرا نقطہ یہ ہے کہ یہ واقعہ خیبر سے منسلک ہے، جہاں اس یھودیہ نے زہر دیا۔ مگر خیبر

---

[1]- الکافی، ج ٦، ص ٣١٥

[2]- الکافی، ج ٢، ص ١٠٨۔

تو آپ ص کی رحلت سے تین سال قبل کا ہے، تو زہر نے اتنی دیر بعد اثر کیوں کیا۔ بعض کے مطابق یہ سلو پواز ننگ تھی، مگر اسکا رد ہے کہ نبی ص کے ساتھ ساتھ ایک صحابی بشر بن براء بن عازب نے بھی اس گوشت کو انکے ساتھ کھایا تھا، وہ موقع پر ہی وفات پا گیا اس زہر کی وجہ سے۔ تو عقلا یہ بات مستحیل ہے کہ ایک زہر نے تین چار سال بعد اثر دکھایا، اور یہ انکی نبوت کی نفی کرتا ہے کہ یھودیہ کامیاب رہے ضرر پہنچانے میں انکو زہر دیکر۔ مزید اس میں تضاد ہے کہ مذکورہ بالا روایت میں نبی ص اسکو معاف کردیتے ہیں، لیکن اور روایات میں اسکو قتل کرنے کا حکم بھی موجود ہے۔ ایک اور نقطہ یہ ہے کہ اہل تشیع کے ہاں اہل کتاب کا ذبیحہ کھانا جائز نہیں ہے، اہل سنت کے ہاں گنجائش ہے مگر ہمارے ہاں چونکہ یہ جائز نہیں ہے تو نبی ص کا ایک یھودیہ کا لایا ہوا ذبیحہ کھانا بعید ہے۔ پس اس روایت میں بہت سے مسائل ہیں۔

ایک روایت ملتی ہے جسکے تحت سب نبی وآئمہ تلوار یا پھر زہر سے وفات پاتے ہیں، وہ یہ ہے:

وأخبرني جماعة، عن أبي عبد الله محمد بن أحمد الصفواني، قال: حدثني الشيخ الحسين بن روح رضي الله عنه أن يحيى بن خالد سم موسى بن جعفر عليهما السلام في إحدى وعشرين رطبة وبها مات، وأن النبي والائمة عليهم السلام ما ماتوا إلا بالسيف أو السم، وقد ذكر عن الرضا عليه السلام أنه سم، وكذلك ولده وولد ولده۔

حسین بن روح رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ یحیٰی بن خالد نے موسی بن جعفر علیہما السلام کو ۲۱ کھجوروں میں زہر دیا اور اسکی وجہ سے وہ شہید ہوئے۔ اور کہ نبی اور آئمہ علیہم السلام صرف تلوار یا زہر سے مرتے ہیں۔ اور پہلے ہی ذکر ہو چکا ہے امام رضاع سے کہ وہ مسموم تھے، اور ایسے ہی انکی اولاد اور اولاد کی اولاد۔[1]

لیکن یہ روایت کسی معصوم سے نہیں ہے تو اس کو قطعی نص نہیں لیا جا سکتا۔ البتہ ایک روایت امام رضا ع سے مروی ہے:

[1]۔ الغیبۃ للطوسی، الرقم: ۳۵۲۔

حَدَّثَنا مُحَمَّد بن مُوسَى بن الْمُتوَكِّل رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ حَدَّثَنا عَلِيّ بن إبراهِيم بن هاشِمٍ عَن أبِيهِ عَن أبِي الصلت عَبد السلام بن صالح الهروي قالَ سَمِعتُ الرِّضا عَلَيْهِ السَّلامُ يَقُولُ: واللّهِ مَا مِنَّا إلا مَقْتُولٌ شَهِيدٌ۔

عبد السلام بن صالح ہروی کہتے ہیں: میں نے امام رضاع کو فرماتے سنا: بخدا، ہم میں سے کوئی نہیں ہے مگر یہ کہ وہ مقتول و شہید ہوتا ہے۔[1]

روایت معتبر الاسناد ہے، لیکن یہاں "ہم میں سے" سے مراد آئمہ ع لیا جا سکتا ہے اور ضروری نہیں اسکا اطلاق تمام اہل بیت ع پر ہو، تو اسکو قطعی نص نہیں لیا جا سکتا۔ اہل سنت میں بھی اس مفہوم کی بعض روایات ہیں جو ہم دیکھتے ہیں:

وَقَالَ يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ - رضى الله عنها - كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ "يَا عَائِشَةُ مَا أَزَالُ أَجِدُ أَلَمَ الطَّعَامِ الَّذِي أَكَلْتُ بِخَيْبَرَ، فَهَذَا أَوَانُ وَجَدْتُ انْقِطَاعَ أَبْهَرِي مِنْ ذَلِكَ السَّمِّ "۔

اور یونس نے بیان کیا، ان سے زہری نے، ان سے عروہ نے بیان کیا اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ` نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرض وفات میں فرماتے تھے کہ خیبر میں (زہر آلود) لقمہ جو میں نے اپنے منہ میں رکھ لیا تھا، اس کی تکلیف آج بھی میں محسوس کرتا ہوں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میری شہ رگ اس زہر کی تکلیف سے کٹ جائے گی۔[2]

ادھر بھی انکی شہہ رگ کے کٹنے کا ذکر ہے، اس پر ہم آخر میں کلام کریں گے۔ مگر اسکا بنیادی راوی یونس بن یزید الایلی ہے، احمد بن حنبل نے کہا ہے کہ وہ بہت زیادہ خطاء کرتا تھا اور زہری سے بہت منکر روایات

[1] ۔ الأمالی للصدوق، الرقم: ۱۰۹، عیون إخبار الرضا، ج ۱، ص ۲۸۷، من لایحضرہ الفقیہ، الرقم: ۳۱۹۲۔
[2] ۔ صحیح البخاری، الرقم: ۴۴۲۸

بیان کرتا تھا (مذکورہ بالا روایت بھی زہری سے ہی ہے)، وکیع نے اسکو سیئ الحفظ، یعنی بہت برے حافظہ والا کہاہے۔ ایک اور طرح کی روایت بھی ہمیں ملتی ہے جس میں نبی ص کو زہر دینے کا ذکر ہے:

عَنْ عَبْدِ الصَّمَدِ بْنِ بَشِيرٍ ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ (عَلَيْهِ السَّلاَمُ)، قَالَ «تَدْرُونَ مَاتَ النَّبِيُّ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ) أَوْ قُتِلَ، إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ: أَفَإِنْ مٰاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى أَعْقٰابِكُمْ فَسُمَّ قَبْلَ الْمَوْتِ، إِنَّهُمَا سَقَتَاهُ» فَقُلْنَا: إِنَّهُمَا وَأَبَوَيْهِمَا شَرُّ مَنْ خَلَقَ اللَّهُ۔

عبد الصمد بن بشیر نے امام صادق ع سے روایت کی، فرمایا: تم کیا سمجھتے ہو نبی ص وفات پا گئے یا قتل کیئے گئے؟ بیشک اللہ فرماتا ہے: کیا اگر وہ وفات پا جائیں یا قتل کر دیئے جائیں، تم الٹے پاوں پلٹ جاو گے؟ ان دونوں نے انکو زہر دیا تھا۔ تو ہم نے کہا: وہ دونوں اور ان دونوں کے والدین بدترین لوگوں میں سے ہیں جنکو اللہ نے خلق کیا ہے۔[1]

ادھر مسئلہ یہ ہے کہ روایت مرسل ہے اور کوئی سند نہیں رکھتی عیاشی سے لیکر بنیادی راوی تک، عیاشی نے شاگرد نے اسکی کتاب کی اسانید کو مقطوع کر دیا تھا جسکی وجہ سے اسکی کتاب میں ہمیں اسانید نہیں نظر آتیں، پس یہ روایت قابل اعتبار و قطعی نہیں ہے۔ مگر اہل سنت کے ہاں بخاری میں ایک روایت ہے جس سے بعض اہل تشیع یہ استدلال کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس مفہوم کی تائید میں:

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ أَبِي عَائِشَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ لَدَدْنَا رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فِي مَرَضِهِ، وَجَعَلَ يُشِيرُ إِلَيْنَا " لاَ تَلُدُّونِي ". قَالَ فَقُلْنَا كَرَاهِيَةُ الْمَرِيضِ بِالدَّوَاءِ، فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ " أَلَمْ أَنْهَكُمْ أَنْ تَلُدُّونِي ". قَالَ قُلْنَا كَرَاهِيَةٌ لِلدَّوَاءِ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " لاَ يَبْقَى مِنْكُمْ أَحَدٌ إِلاَّ لُدَّ -وَأَنَا أَنْظُرُ- إِلاَّ الْعَبَّاسَ فَإِنَّهُ لَمْ يَشْهَدْكُمْ "۔

---

[1]- تفسیر العیاشی، ج۱، الرقم: ۱۵۲۔

عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض میں آپ کے منہ میں زبردستی دواڈالی۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ کرتے رہے کہ دوا نہ ڈالی جائے لیکن ہم نے سمجھا کہ مریض کو دوا سے جو نفرت ہوتی ہے (اس کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں) پھر جب آپ کو افاقہ ہوا تو فرمایا۔ میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ دوا نہ ڈالو۔ بیان کیا کہ ہم نے عرض کیا کہ آپ نے دوا سے ناگواری کی وجہ سے ایسا کیا ہو گا؟ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک کے منہ میں دواڈالی جائے اور میں دیکھتا رہوں گا سوائے عباس کے کیونکہ وہ اس وقت وہاں موجود ہی نہ تھے۔[1]

جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں اس سے بعض اہل تشیع استدلال کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے نبی ص کو زہر دیا تھا (والعیاذ باللہ)، جبکہ متن ہی اسکی نفی کرتا ہے۔ اولا اس میں اعتراف کہیں نہیں زہر دینے کا، اور اگر ایسا ہوتا تو خود ہی انسان ایسی بات بیان کرتا جس سے تاثر آئے۔ پھر یہ کہ اس میں باقی افراد کو بھی یہی "زہر" پلایا گیا جیسا کہ متن بتاتا ہے، تو باقی سب کی وفات کیوں نہ ہوئی۔ اور اگر یہ زہر تھا تو اسکو پی کر نبی ص کی صحت بہتر اور افاقہ کیسے ہو گیا مرض سے۔ پھر یہ کہ شیعہ مصادر میں یہ روایت نہیں موجود تو اس سے استدلال نہیں کیا جا سکتا اپنے نظریہ کا۔ ابن مسعود سے اہل سنت مصادر میں ایک روایت اور مروی ہے:

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ عَبدِ اللهِ، قَالَ: "لَأَنْ أَحْلِفَ تِسْعًا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُتِلَ قَتْلًا، أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَحْلِفَ وَاحِدَةً أَنَّهُ لَمْ يُقْتَلْ، وَذَلِكَ بِأَنَّ اللهَ جَعَلَهُ نَبِيًّا، وَاتَّخَذَهُ شَهِيدًا" قَالَ الْأَعْمَشُ: فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِإِبْرَاهِيمَ، فَقَالَ: "كَانُوا يَرَوْنَ أَنَّ الْيَهُودَ سَمُّوهُ وَأَبَا بَكْرٍ"۔

[1] صحیح البخاری، الرقم: ۶۸۹۷۔

عبداللہ (بن مسعود) کہتے ہیں: اگر میں سات مرتبہ حلف اٹھاؤں کہ نبی ص قتل کیئے گئے تو یہ میرے لیئے زیادہ پسندیدہ ہے اس سے کہ میں ایک بار حلف اٹھاؤں کہ انکو قتل نہیں کیا گیا، اور وہ اس لیئے کہ اللہ نے انکو نبی بنایا اور شہید بنایا۔ اعمش (راوی) کہتے ہیں: میں نے یہ بات ابراہیم (نخعی) سے ذکر کی۔ اس نے کہا: وہ سمجھے تھے کہ یھودیوں نے نبی ص اور ابو بکر کو زہر دیا تھا۔[۱]

احمد شاکر، شعیب ارناووط، امام حاکم اور ذہبی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ اس روایت میں انکو شھید کہا گیا ہے، مگر ساتھ ہی اسکا مفہوم راوی ابراہیم نخعی نے بیان کیا ہے، جو اہل سنت کے سب سے بڑے علماء اور محدثین میں سے گذرے ہیں۔ اور وہی زہر والی بات کا ذکر ہے یھودیوں کی طرف سے، جس کے نقائص ہم دکھا چکے ہیں۔ شیخ صدوق اپنا نظریہ بیان کرتے ہیں:

واعتقادنا في النبيّ صلّى الله عليه و آله و سلّم أَنَّهُ سُمَّ فِي غَزْوَةِ خَيْبَرَ، فَمَا زَالَتْ هَذِهِ الْأَكْلَةُ تعاده [تُعَاوِدُهُ حَتَّى قَطَعَتْ أَبْهَرَهُ فَمَاتَ مِنْهَا.

اور ہمارا اعتقاد نبی ص کے متعلق ہے کہ غزوہ خیبر (بعض نسخوں میں غزوہ حنین لکھا ہے) میں انکو زہر دیا گیا۔ تو یہ کھانا لوٹتا رہا حتی کہ اس نے انکی شہ رگ کٹ گئی تو وہ اس سے وفات پا گئے۔[۲]

اب شہ رگ والی بات پر آتے ہیں جس کا ذکر ہم مختلف روایات میں پڑھ چکے ہیں، تو قرآن اسکی نفی کرتا ہے ان الفاظ میں سورۃ الحاقۃ میں:

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ﴿٤٤﴾ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ﴿٤٥﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ﴿٤٦﴾ فَمَا مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ ﴿٤٧﴾

اور اگر وہ ہمارے خلاف باتیں بنادیں۔ (۴۴) تو ہم انکو دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے۔ (۴۵) پھر ہم انکی شہ رگ کاٹ دیتے۔ (۴۶) تو تم میں سے کوئی بھی اسکو روک نہ سکتا۔ (۴۷)۔[۳]

---

[۱]- مسند احمد، الرقم: ۳۶۱۷، ۳۸۷۳، و ۴۱۳۹

[۲]- الاعتقادات للصدوق، الباب ۳۷، ص ۹۷

[۳]- سورۃ الحاقۃ، آیات ۴۴ تا ۴۷

پس، اگر دیکھا جائے تو نبی ص کی شہ رگ (کسی بھی طرح سے) کٹنا انکی نبوت کی نفی اور اللہ کے خلاف باتیں کرنے کی مانند ہے۔ اگر ہم غیر مسلم کے نقطہ نظر سے دیکھیں تو وہ کہیں گے کہ آپ کے نبی نے ایک طرف اپنے قرآن میں دعویٰ کیا ہے کہ اگر میں جھوٹا نبی ہوں تو خدا میری شہ رگ کاٹ دے گا، دوسری طرف وفات بھی انکی اس ہی طرح سے ہوئی ہے کہ انکی شہ رگ کٹ گئی زہر سے۔ ایک طرف اللہ یہ بھی کہہ رہا ہے "وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ" دوسری طرف لوگ انکو زہر دے کر شہید بھی کر رہے ہیں۔ شیخ منصور لقائی نے ایک سوال کے جواب میں ذکر کیا کہ نبی ص کی وفات طبعی ہی تھی اور جو روایات خیبر میں زہر دیئے جانے یا کسی اور ذیل میں آئی ہیں وہ درست نہیں ہیں۔[1]

خلاصہ یہ ہے کہ نبی ص کو خیبر کے موقع پر زہر دیا جانا اور تین سال بعد اسکا اثر کرنا نہ صرف غیر معقول ہے بلکہ خود انکی نبوت پر حرف لاتا ہے، کہ یھودیہ نے جو نقصان پہنچانا تھا وہ پہنچا دیا، پس وہ نبی نہیں ہیں، اور اس روایات کا اندرونی تضاد کہ اسکو معاف کیا گیا یا قتل کروا دیا۔ ساتھ ہی ساتھ انکی وفات کے وقت شہہ رگ کے کٹ جانے کی بات کا قرآن سے متضاد ہونا جو اس پورے زہر والے بیانیہ کی نفی کر دیتا ہے۔ ان روایات کی اسانید پر کلام اور دیگر مسائل۔ البتہ نبی ص شہید ہیں اس میں کوئی شک نہیں۔ کیونکہ روایات میں تو یہاں تک مذکور ہے کہ جو سورہ رحمان پڑھے تو چاہے دن کو مرے یا رات کو وہ شہید مرے گا۔ تو نبی ص سے یہ عظیم فضیلت نہیں لی گئی اور دیگر روایات اسکی تائید کرتی ہیں، لیکن خیبر کے موقع پر زہر دیا جانا یا ازواج میں سے کسی کا سازش کرنا ثابت نہیں ہے۔ بشر بن براء کا اس ہی وقت اس زہر سے مر جانا بھی نفی کرتا ہے کہ پھر نبی ص کو تین سال بعد اثر ہوا اسکا۔ انکے آخری ایام میں وہ مریض ضرور تھے اور وفات اسکے سبب ہی ہوئی، مگر جب نبی ص خود اس طرح کی احادیث بیان کریں کہ جو کوئی صبح اٹھ کر سات کھجوریں کھائے وہ زہر و جادو سے محفوظ رہے گا، پھر انکی شھادت بھی زہر کے سبب ہو تو یہ باتیں بہت تضاد اور مسائل پیدا کرتی ہیں، ساتھ ہی ساتھ یہ بات سامنے آتی ہے کہ انکو مزید زندہ رہنا تھا مگر یھودیوں نے انکا خاتمہ کر دیا اور اپنے منصوبے میں کامیاب رہے، جبکہ اللہ کہتا ہے وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ

[1]- http://www.asktheshiekh.com/was-the-holy-prophet-poisoned-or-killed-did-he-die-a-natural-death/

يُخْرِجُوكَ ۚ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ ۖ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ، اور جب کافروں نے منصوبہ بنایا کہ آپکو قید کرلیں یا قتل کرلیں، یا آپکو شہر بدر کردیں، وہ بھی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ بھی تدبیریں کر رہا تھا، اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔ (۸:۳۰)۔ پس، ان خبر آحاد کو قبول نہیں کیا جا سکتا۔

صفر استشهاد الرسول الاعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۲۸ صفر شہادت رسول الاعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر امام زمانہؑ عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف کی بارگاہ میں تسلیت و تعزیت پیش کرتے ہیں۔

حدثنا عبد الله حدثني أبي ثنا وكيع ثنا إسرائيل عن أبي إسحاق عن أرقم بن شرحبيل عن ابن عباس قال لما مرض رسول الله صلى الله عليه وسلم مرضه الذي مات فيه كان في بيت عائشة فقال ادعوا لي عليا قالت عائشة ندعو لك أبا بكر قال ادعوه قالت حفصة يا رسول الله ندعو لك عمر قال ادعوه قالت أم الفضل يا رسول الله ندعو لك العباس قال ادعوه فلما اجتمعوا رفع رأسه فلم ير عليا فسكت۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مرض الموت میں بیمار ہوئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عائشہ کے گھر تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علیؑ کو میرے پاس بلواؤ۔ لیکن عائشہ نے عرض کیا: کیا ہم ابو بکر کو بلالیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بلالو۔ اُدھر حفصہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا ہم عمر کو بلالیں؟ آپ نے فرمایا: ان کو بھی بلالو۔ ام الفضل نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم حضرت عباس کو بلالیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کو بھی بلالو۔ جب یہ لوگ جمع ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر مبارک اُٹھایا اور علیؑ دکھائی نہ دیئے تو آپ خاموش ہو گئے۔[1]

حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، وَزَادَ قَالَتْ عَائِشَةُ: لَدَدْنَاهُ فِي مَرَضِهِ فَجَعَلَ يُشِيرُ إِلَيْنَا أَنْ لَا تَلُدُّونِي، فَقُلْنَا: كَرَاهِيَةُ الْمَرِيضِ لِلدَّوَاءِ، فَلَمَّا أَفَاقَ، قَالَ: أَلَمْ أَنْهَكُمْ أَنْ

---

[1]۔ مسند احمد۔ الامام احمد بن حنبل۔ ج ۱۔ الصفحة ۳۵۶ رقم ۱۰۹۸۸ صحیح۔

تَلُدُّونِي ؟ قُلْنَا : كَرَاهِيَةَ الْمَرِيضِ لِلدَّوَاءِ ، فَقَالَ : لَا يَبْقَى أَحَدٌ فِي الْبَيْتِ إِلَّا لُدَّ ، وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَّا الْعَبَّاسَ فَإِنَّهُ لَمْ يَشْهَدْكُمْ۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض میں ہم آپ کے منہ میں دوا دینے لگے تو آپ نے اشارہ سے دوا دینے سے منع کیا۔ ہم نے سمجھا کہ مریض کو دوا پینے سے جو ناگواری ہوتی ہے یہ بھی اسی کا نتیجہ ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ گھر میں جتنے آدمی ہیں سب کے منہ میں میرے سامنے دوا ڈالی جائے۔ صرف حضرت عباس اس سے الگ ہیں کہ وہ تمہارے ساتھ اس کام میں شریک نہیں تھے۔[1]

حدثنا عبد الرحمن عن سفيان عن الأعمش عن عبد الله بن مرة عن أبي الأحوص عن عبد الله قال لأن أحلف تسعا أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قتل قتلا أحب إلي من أن أحلف واحدة أنه لم يقتل وذلك أن الله عز وجل جعله نبيا واتخذه شهيدا قال فذكرت ذلك لإبراهيم فقال كانوا يرون ويقولون إن اليهود سموه وأبا بكر۔

عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں اس بات کی تو نو بار قسمیں اُٹھاؤں کہ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قتل ہوئے ہیں، مجھے یہ بات اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں ایک قسم اُٹھا کر یوں کہوں کہ آپ قتل نہیں ہوئے، اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی اور شہید بنایا ہے، اعمش کہتے ہیں: جب میں نے اس بات کا ذکر ابراہیم سے کیا تو انہوں نے کہا کہ علماء کا خیال ہے کہ یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور ابو بکر کو زہر دیا تھا۔[2]

الشیخ الصدوقؒ فرماتے ہیں:

---

[1]۔ صحیح بخاری ۴۴۵۸۔

[2]۔ مسند احمد - الامام احمد بن حنبل - رقم ۳۸۷۳، قال شعيب الارنوط اسناده صحيح على شرط مسلم۔

واعتقادنا في النبي صلى الله عليه وآله وسلم أنه سم في غزوة خيبر ، فما زالت هذه الأكلة تعاده حتى قطعت أبهره فمات منها۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غزوہ خیبر میں زہر دیا گیا تھا اور وہ زہر برابر اثر کرتا رہا یہاں تک کے اس زہر کے اثر سے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب اطہر کی رگیں کٹ گئیں جس سے آپ نے شہادت پائی۔[1]

الشیخ الطوسیؒ فرماتے ہیں:

محمد بن عبد الله بن عبد المطلب بن هاشم بن عبد مناف سيد المرسلين وخاتم النبيين (صلى الله عليه وآله) الطاهرين ، وقبض بالمدينة مسموما يوم الاثنين لليلتين بقيتا من صفر سنة عشرة من الهجرة۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن عبد اللہؑ ۲۸ صفر پیر کے دن مدینہ میں مسموم (زہر آلود) ہو کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔[2]

العلامۃ الحلیؒ:

وقبض بالمدينة مسموما يوم الاثنين لليلتين بقيتا من صفر سنة عشرة من الهجرة۔[3]

الشیخ المفیدؒ:

وقبض بالمدينة مسموما يوم الاثنين لليلتين بقيتا من صفر ، سنة عشر من هجرته۔[4]

---

[1] - الاعتقادات فی دین الامامیۃ - الشیخ الصدوق - الصفحۃ ۹۷۔

[2] - تہذیب الأحکام - الشیخ الطوسی - ج ٦ - الصفحۃ ۲۔

[3] - تحریر الأحکام - العلامۃ الحلی - ج ۲ - الصفحۃ ۱۱۸۔

[4] - المقنعۃ - الشیخ المفید - الصفحۃ ۴۵٦۔

العلامۃ المجلسیؒ:

یحتمل أن یکون کلا السمین دخیلین في شهادته (صلی الله علیه و آله)۔

احتمال ہے کہ دو مواقع پر زہر کا دینا جانا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت میں موثر ثابت ہوا۔[1]

اِمیر المؤمنین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل و کفن دیتے وقت فرمایا:

بِأَبِيْ اَنْتَ وَ اُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللهِ! لَقَدِ انْقَطَعَ بِمَوْتِكَ مَا لَمْ يَنْقَطِعْ بِمَوْتِ غَيْرِكَ مِنَ النُّبُوَّةِ وَالْاَنْبَآءِ وَ اَخْبَارِ السَّمَآءِ، خَصَّصْتَ حَتّٰى صِرْتَ مُسَلِّيًا عَمَّنْ سِوَاكَ، وَعَمَّمْتَ حَتّٰى صَارَ النَّاسُ فِيْكَ سَوَآءً، وَلَوْلَا اَنَّكَ اَمَرْتَ بِالصَّبْرِ، وَنَهَيْتَ عَنِ الْجَزَعِ، لَاَنْفَدْنَا عَلَيْكَ مَآءَ الشُّؤُوْنِ، وَلَكَانَ الدَّآءُ مُمَاطِلًا، وَالْكَمَدُ مُحَالِفًا، وَقَلَّا لَكَ! وَلٰكِنَّهٗ مَا لَا يُمْلَكُ رَدُّهٗ، وَلَا يُسْتَطَاعُ دَفْعُهٗ، بِأَبِيْ اَنْتَ وَ اُمِّيْ! اذْكُرْنَا عِنْدَ رَبِّكَ، وَاجْعَلْنَا مِنْ بَالِكَ!۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں! آپؐ کے رحلت فرما جانے سے نبوت، خدائی احکام اور آسمانی خبروں کا سلسلہ قطع ہو گیا جو کسی اور (نبی) کے انتقال سے قطع نہیں ہوا تھا۔ آپؐ نے (اس مصیبت میں اپنے اہل بیت علیہم السلام کو) مخصوص کیا، یہاں تک کہ آپؐ نے دوسروں کے غموں سے تسلی دے دی اور (اس غم کو) عام بھی کر دیا کہ سب لوگ آپؐ کے (سوگ میں) برابر کے شریک ہیں۔ اگر آپؐ نے صبر کا حکم اور نالہ و فریاد سے روکا نہ ہوتا تو ہم آپؐ کے غم میں آنسوؤں کا ذخیرہ ختم کر دیتے اور یہ درد منّت پذیر درماں نہ ہوتا اور یہ غم و حزن ساتھ نہ چھوڑتا، (پھر بھی یہ) گریہ و بکا اور اندوہ و حزن آپؐ کی مصیبت کے مقابلہ میں کم ہوتا۔ لیکن موت ایسی چیز ہے کہ جس کا پلٹانا اختیار میں نہیں ہے اور نہ اس کا دور کرنا بس میں ہے۔ میرے ماں باپ آپؐ پر نثار ہوں! ہمیں بھی اپنے پروردگار کے پاس یاد کیجئے گا اور ہمارا خیال رکھیے گا۔

---

[1]۔ بحار الأنوار - العلامۃ المجلسی - ج ۲۲ - الصفحۃ ۵۱۶۔

وَ لَقَدْ وَاسَيْتُهُ بِنَفْسِيْ فِي الْمَوَاطِنِ الَّتِيْ تَنْكُصُ فِيْهَا الْاَبْطَالُ وَ تَتَاَخَّرُ فِيْهَا الْاَقْدَامُ، نَجْدَةً اَكْرَمَنِي اللّٰهُ بِهَا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحلت فرمائی تو ان کا سر (اقدس) میرے سینے پر تھا اور جب میرے ہاتھوں میں ان کی روح طیب نے مفارقت کی تو میں نے (تبرکاً) اپنے ہاتھ منہ پر پھیر لئے۔

وَ لَقَدْ وَلِيْتُ غُسْلَهُ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَ الْمَلٰٓئِكَةُ اَعْوَانِيْ، فَضَجَّتِ الدَّارُ وَ الْاَفْنِيَةُ: مَلَاٌ يَّهْبِطُ، وَ مَلَاٌ يَّعْرُجُ، وَ مَا فَارَقَتْ سَمْعِيْ هَيْنَمَةٌ مِّنْهُمْ، يُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ حَتّٰى وَارَيْنَاهُ فِيْ ضَرِيْحِهٖ. فَمَنْ ذَا اَحَقُّ بِهٖ مِنِّيْ حَيًّا وَّ مَيِّتًا؟ فَانْفُذُوْا عَلٰى بَصَآئِرِكُمْ، وَلْتَصْدُقْ نِيَّاتُكُمْ فِيْ جِهَادِ عَدُوِّكُمْ۔

میں نے آپؐ کے غسل کا فریضہ انجام دیا، اس عالم میں کہ ملائکہ میرا ہاتھ بٹا رہے تھے۔ (آپؐ کی رحلت سے) گھر اور اس کے اطراف و جوانب نالہ و فریاد سے گونج رہے تھے، (فرشتوں کا تانتا بندھا ہوا تھا) ایک گروہ اُترتا تھا اور ایک گروہ چڑھتا تھا، وہ حضرتؐ پر نماز پڑھتے تھے اور ان کی دھیمی آوازیں برابر میرے کانوں میں آ رہی تھیں، یہاں تک کہ ہم نے انہیں قبر میں چھپا دیا تو اب ان کی زندگی میں اور موت کے بعد مجھ سے زائد کون ان کا حقدار ہو سکتا ہے؟ (جب میرا حق تمہیں معلوم ہو چکا) تو تم بصیرت کے جلو میں دشمن سے جہاد کرنے کیلئے صدق نیت سے بڑھو۔[1]

[1] ۔ نہج البلاغۃ خطبۃ ۱۹۵۔